مئی ۱۹۹۱ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

پاکستان میں اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کا قیام ـــــ اور مجوزہ سرکاری شریعت بل

امیر تنظیم اسلامی کا حالیہ خطاب جمعہ ـــــ ایک بھرپور تجزیہ

یکے از مطبوعات
تنظیم اسلامی

احباب نوٹ فرمالیں کہ

قرآن کالج میں ایف اے کلاس

کے نئے داخلوں کا شیڈول

حسب ذیل رہے گا۔ ان شاء اللہ

- درخواست جمع کرانے کی آخری : ۲۵ مئی ۹۱ء
- داخلہ ٹسٹ : ۲۸ مئی ۹۱ء
- انٹرویوز : ۲۹ مئی ۹۱ء
- آغازِ تدریس : یکم جون ۹۱ء

نوٹ :

- جن طلبہ کا میٹرک کا رزلٹ ابھی نہ نکلا ہو وہ بھی داخلے کی درخواست دے سکتے ہیں۔
- مزید تفصیلات کے لیے درج ذیل پتے سے پراسپکٹس طلب کیجئے۔

ناظم قرآن کالج، ۱۹۱۔اے، اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اُوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد رکھو جو اُس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی۔

جلد :	۴۰
شمارہ :	۵
شوال المکرم	۱۴۱۱ھ
مئی	۱۹۹۱ء
فی شمارہ	۵/-
سالانہ زرِ تعاون	۵۰/-

ماہنامہ میثاق لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

ادارۂ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زرِ تعاون برائے بیرونی ممالک

سعودی عرب، کویت، دوبئی، دوہا، قطر، متحدہ عرب امارات - ۲۵ سعودی ریال
ایران، ترکی، اومان، عراق، بنگلہ دیش، الجزائر، مصر، انڈیا - ۶- امریکی ڈالر
یورپ، افریقہ، سکنڈے نیوین ممالک، جاپان وغیرہ - ۹- امریکی ڈالر
شمالی و جنوبی امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ - ۱۲- امریکی ڈالر

ترسیل زر : مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
یونائیٹڈ بینک لیٹڈ - ماڈل ٹاؤن فیروز پور روڈ - لاہور (پاکستان)

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقام اشاعت : ۳۶- کے ماڈل ٹاؤن لاہور ۵۴۷۰۰ - فون : ۸۵۶۰۰۳-۸۵۶۰۰۴

سب آفس : ۱۱- داؤد منزل، نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت کراچی - فون : ۲۱۶۵۸۶

پبلشرز : لطف الرحمٰن خان، طابع : رشید احمد چودھری، مطبع : مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

❖ عرضِ احوال ———— ۳

عاکف سعید

❖ تذکرہ و تبصرہ ———— ۷

پاکستان میں اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کا قیام
اور موجودہ مجوّزہ سرکاری شریعت بل

ڈاکٹر اسرار احمد

❖ الہدیٰ (قسط ۲۷) ———— ۳۷

نبی اکرمؐ کا بنیادی طریق کار یا انقلابِ نبویؐ کا اساسی منہاج
سورۃ الجمعہ کی روشنی میں (۱)

ڈاکٹر اسرار احمد

❖ دل پر گناہوں کے اثرات ———— ۴۹

زیرِ طبع کتاب کے باب اوّل کی فصلِ ثالث

ابوعبد الرحمٰن شبیر بن نور

❖ مشاہدات و تأثرات ———— ۵۷

"تیرے قرآن کو سینوں میں بسایا ہم نے!"
کراچی میں امیر تنظیم اسلامی کے دورۂ ترجمۂ قرآن کی رپورٹ

❖ افکار و آراء ———— ۶۳

طلب ھدایت کی کوشش: ایک اشکال اور اس کا ازالہ

❖ رفتارِ کار ———— ۶۶

۱۔ تنظیم اسلامی ملتان کی سالانہ رپورٹ
۲۔ سالانہ رپورٹ تنظیم اسلامی حلقہ خواتین
۳۔ تنظیم اسلامی کراچی کی عید ملن پارٹی

❖ افہام و تفہیم ———— ۷۵

سامعین کے سوالات، امیر تنظیم کے جوابات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

حکومت کی جانب سے پیش کردہ مجوزہ شریعت بل آج کل دینی حلقوں میں بحث کا اہم ترین موضوع بنا ہوا ہے۔ "شریعت بل" کا اپنا ایک مخصوص تاریخی پس منظر ہے جس کے باعث ملکی تناظر میں اس کی اہمیت کئی چند ہوگئی ہے۔ سب سے پہلے جونیجو کے دورِ حکومت میں اس بل کی تشکیل ہوئی اور اس کی بنیاد پر دینی تنظیموں کا ایک متحدہ محاذ وجود میں آیا جس کی ہاؤ ہو کچھ عرصے تک ملک کے طول و عرض میں خاصی نمایاں رہی' یہ الگ بات ہے کہ وہ محض ایک وقتی ابال ثابت ہوا۔ پھر پیپلزپارٹی کے دورِ اقتدار میں وہ بل کسی قدر ترمیم کے ساتھ سینٹ میں منظور ہوا اور اُس وقت اپوزیشن پارٹی نے اس کی نہ صرف بھرپور سرپرستی کی' بلکہ اسے اپنے سیاسی مقاصد کے ساتھ باقاعدہ نتھی کرلیا۔ اور اب حکومت کی جانب سے ایک تیسرا شریعت بل پیش ہوا ہے جو بعض اعتبارات سے اُس سابقہ شریعت بل سے مختلف ہے جو سینٹ میں منظوری کے مراحل سے گزر چکا تھا۔ ملک کے نمایاں دینی حلقوں نے تادمِ تحریر بحیثیت مجموعی موجودہ شریعت بل کو مسترد کردیا ہے اور موجودہ حکومت سے اس باب میں سخت احتجاج کیا ہے کہ وہ شریعت بل کیا ہوا جو سینٹ میں منظور کیا گیا تھا اور جسے اس سیاسی جماعت کی بھرپور سرپرستی حاصل تھی جو اب ایوانِ حکومت میں جلوہ افروز ہے۔ اور اس بل کو سرکاری بل کی حیثیت سے اسمبلی میں پیش کرنے سے گریز کی روش کیونکر اپنائی جارہی ہے! رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند!!

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے موجودہ شریعت بل پر اپنے خیالات کا اظہار ماہ اپریل کے آخری دو اجتماعاتِ جمعہ میں فرمایا۔ ۱۹ر اپریل کے خطبۂ جمعہ میں امیر محترم نے وزیر اعظم نواز شریف کی اسمبلی کی تقریر کے حوالے سے ان کے نیک ارادوں اور نیک تمناؤں کے اظہار پر اطمینان ظاہر کرتے ہوئے اس مجوزہ آئینی ترمیم کا خیر مقدم کیا جس کے بارے میں یہ نوید سنائی گئی تھی کہ وہ شریعت بل کے ساتھ ہی اسمبلی میں منظوری کے لئے پیش کردی جائے گی۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ ہنوز پردۂ غیب ہی میں ہے۔ امیر تنظیم کی یہ تقریر قریباً مکمل صورت میں "ندا" کے تازہ شمارے میں شامل ہے۔

پھر ۲۶؍ اپریل کے خطبۂ جمعہ میں موجودہ سرکاری شریعت بل پر تفصیل سے اظہار خیال کرتے ہوئے اس کا بھرپور تجزیہ شرکائے اجتماع کے سامنے رکھا۔ اور بل کے بارے میں نو دینی جماعتوں کے متفقہ موقف کی بھرپور تائید و تصویب کرتے ہوئے ایک قرارداد کی صورت میں حکومت سے پرزور مطالبہ کیا کہ اسی سابقہ شریعت بل کو سرکاری بل کی حیثیت سے پیش کیا جائے جو قبل ازیں سینٹ کا ہفت خواں عبور کر چکا ہے۔ تاہم محترم ڈاکٹر صاحب نے واضح فرمایا کہ سابقہ شریعت بل میں بھی دو خلا ایسے باقی رہ گئے تھے جنہیں اب فی الفور دور کیا جانا چاہئے۔ ایک کا تعلق سودی معاہدات کے ساتھ ہے جبکہ دوسرا بندوبست اراضی سے متعلق ہے۔ یہ تقریر چونکہ مکمل شکل میں زیر نظر شمارے میں شامل ہے لہٰذا اس کی تفصیل قارئین متعلقہ مضمون میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس موقع پر شرکائے اجتماع کی جانب سے جو متفقہ قرارداد منظور کی گئی، اسے اجتماع کے شرکاء ہی کے خرچ پر نمایاں اشتہار کی صورت میں ملک کے چوٹی کے تین اخبارات میں شائع کرایا گیا۔ قارئین "میثاق" کی دلچسپی کے پیش نظر اس قرارداد کو بھی شامل اشاعت کر دیا گیا ہے۔ مزید برآں محترم ڈاکٹر صاحب کے موقف کی مکمل نمائندگی کے پیش نظر ۱۹؍ اپریل کے خطابِ جمعہ کا پریس ریلیز بھی انہی صفحات میں شامل ہے۔

☆ ☆ ☆

قرآن کالج میں ایف اے کلاس کے نئے داخلوں کے بارے میں کالج انتظامیہ کی جانب سے تاریخوں کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ ٹائٹل کے اندرونی صفحے پر اس ضمن میں ایک تفصیلی اعلان ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ قارئین کے لئے یہ اطلاع باعثِ مسرت ہوگی کہ مرکزی انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام دینی تعلیم کے ایک سالہ کورس کی جانب رفقاء و احباب کے رجوع میں بحمد اللہ مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ بنیادی عربی قواعد، تجوید، قرآن حکیم کے منتخب اسباق اور کم و بیش دو پاروں کے ترجمے پر مشتمل یہ دینی نصاب عربی گرامر سیکھنے اور قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی کے حصول میں اللہ کے فضل و کرم سے بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ آئندہ سے ارادہ یہ ہے کہ ایک سال کے دورانیے پر مشتمل اس کورس کو دو سمسٹرز میں تقسیم کر دیا جائے گا تاکہ ہر چھ ماہ بعد نئے داخلے دیئے جا سکیں اور اس طرح ایک سال کے دوران بیک وقت دو کلاسوں کو ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو

چلایا جا سکے۔ ہمیں یقین ہے کہ قارئینِ میثاق، قرآن کالج اور اس کی تعلیمی اسکیموں سے استفادے کے کسی موقع کو ضائع نہیں کریں گے اور رجوع الی القرآن کی اس تحریک میں بقدرِ استطاعت اپنا حصہ ضرور ادا کریں گے جو تنظیم اسلامی کے لئے اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ ○○

امیر تنظیم اسلامی کے ۱۹ر اپریل کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز

لاہور : ۱۹ر اپریل۔ ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی نے پاکستان کے مسلمانوں سے درخواست کی ہے کہ وزیر اعظم نواز شریف کے حق میں استقامت کی دعا کی جائے اور خود وزیر اعظم کو مشورہ دیا کہ انہوں نے نفاذِ شریعت کا ارادہ خلوص و اخلاص سے کیا ہے تو اس امر کے لئے بھی اپنے آپ کو تیار کریں کہ اگر اس کوشش میں اقتدار اور شریعت میں سے ایک چیز کے انتخاب کا مرحلہ آ جائے تو وہ اسلام کے کسی جزو کے لئے بھی طویل سیاسی عمل اور شدید محنت کے بعد ملنے والی حکومت سے ہاتھ دھونے پر آمادہ ہوں گے اور یہ بھی کہ اپنے بارے میں یہ کہنا چھوڑ دیں کہ میں فنڈا مینٹلسٹ نہیں ہوں۔ وہ مسجد دارالسلام باغ جناح میں اجتماعِ جمعہ سے خطاب کر رہے تھے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ نواز شریف کے بارے میں مجھے کچھ ایسے لوگوں نے رائے دی ہے جن کی دیانت پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ معاشرے کو اسلامی نظام کے اجتماعی عدل و قسط کی برکات سے روشناس کرانے کا عزم کر چکے ہیں شریعت جس کا محض قانونی پہلو ہے۔ یہ عزم قابلِ مبارکباد ہے لیکن اس میں کامیابی کے حصول کے لئے سیاسی اور حکومتی مصلحت سے بالاتر ہونا اور خود اپنے اقتدار کو بھی داؤ پر لگانا ہوگا۔ اس معاملے میں انہوں نے ذرا بھی کمزوری دکھائی تو سارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ پارلیمنٹ میں وزیر اعظم کی تقریر میں الفاظ کسی کے بھی ہوں، جذبات ان کے اپنے تھے جن کی بڑے خلوص سے قدر کی جانی چاہئے البتہ یہ اصرار ہرگز مناسب نہ تھا کہ انہیں بنیاد پرست نہ سمجھا جائے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اگرچہ جناب نواز شریف نے یہ وضاحت کر کے اچھا کیا کہ میں وہ فنڈا مینٹلسٹ نہیں جو زمانے کے تقاضوں کا ساتھ نہ دے سکے لیکن پھر بھی اپنے نام کو بنیاد پرستوں میں سے خارج کرانے کی کوشش میں مغرب کو خوش کرنے کی خواہش چھپی ہوئی ہے جبکہ ضرورت اسے یہ بتانے کی ہے کہ ہم اسلام کی بنیاد یعنی اصولوں پر ہرگز سمجھوتہ نہ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ نظامِ اسلام کا شجرِ طیبہ جس کی شاخیں آسمان کو چھوتی ہیں، اپنی مضبوط

جڑوں پر ہی کھڑا رہ سکتا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ جو سرکاری شریعت بل اگلے روز قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا' اس پر کچھ کہنا قبل از وقت ہے کیونکہ تاحال وہ بے سروپا ہے۔ اس کا سر وہ دستوری ترمیم تھی جسے لانے کا اعلان کیا گیا لیکن خبر نہیں راتوں رات اس پر کیا گزری کہ اسے دن کی روشنی نصیب نہ ہو سکی۔ شاید وزیر اعظم سے بالا کوئی قوت موجود ہے جو آڑے آئی۔ اس کے پاؤں یا دست و بازو سرکاری بلوں کا وہ مربوط سلسلہ ہے جس کی تفصیل تو سامنے آ چکی لیکن خود انہیں ابھی پیش ہونا ہے۔ وزیر اعظم نے بجا طور پر اسے پیکیج کہا اور جب تک یہ پورے کا پورا پیش نہ کر دیا جائے اس پر تبصرے کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا تاہم اس کی شق ۱۸ اور ۱۹ پر مشتمل ایک یقین دہانی سخت قابلِ اعتراض ہے جس میں بیرونی دنیا کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ ان کے ساتھ سابقہ اور آئندہ مالی معاملات شریعت کی قید سے آزاد ہوں گے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ امریکی سفیر اوکلے کی طرف سے مبارکباد بھی شاید اسی بات پر تھی۔ سوال یہ ہے کہ اگر ہم امریکہ کی خوشنودی کے لئے اپنے ایٹمی پروگرام کو ترک کرنے پر تیار نہیں ہوئے تو اس کی یا مغرب کی رضا جوئی کے لئے اپنے ایمان و اسلام کا سودا کرنے پر کیوں اتر آئے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عالمی قوتیں اگر ہم سے کوئی معاملہ کرتی ہیں تو اس میں ہماری ضرورت کا کم اور ان کی اپنی مصلحت کا دخل زیادہ ہوتا ہے۔ ہم اگر تن کر کھڑے ہو جائیں کہ اپنے دین کے معاملے میں مصالحت نہیں کریں گے تو تھوڑے بہت پس و پیش کے بعد دنیا کو ہمارا موقف تسلیم کرنا پڑے گا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ جس آئینی ترمیم کا اعلان کیا گیا تھا اس کے بارے میں شنید ہے کہ عائلی قوانین اور عدالتی نظام کو وفاقی شرعی عدالت کے حوالے کر دیا گیا لیکن دستوری معاملات پر پارلیمنٹ کی بالادستی رکھی گئی ہے اور سب سے خوفناک معاملہ یہ ہے جو آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹنے کے مترادف ہے کہ مالی معاملات کو مزید تین سال کے لئے وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر رکھا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دستور کو وفاقی شرعی عدالت کے احاطۂ اختیار میں دے دینے میں بے بنیاد توہمات حائل ہیں۔ سمجھا یہ جا رہا ہے کہ کہیں ہمارا سیاسی نظام درہم برہم نہ ہو جائے حالانکہ سیاسی نظام کے لئے ہمارے دین نے محض دو بنیادی اصول دیئے ہیں اور موجودہ جمہوری نظام کو عین اس کے مطابق رکھا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مالی معاملات کو مزید تحفظ دینے کا ہرگز کوئی جواز نہیں اور کوئی کمیشن بٹھانا اس کا متبادل نہیں بن سکتا۔ کمیشن بیٹھیں اور اپنا کام اسی محنت سے کریں جس عرق ریزی سے گزشتہ تین ہفتوں

(باقی صد ۸۷ پر)

تذکرہ وتبصرہ

پاکستان میں اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کا قیام
اور
موجودہ مجوّزہ سرکاری شریعت بل

امیر تنظیمِ اسلامی کا ۲۶ اپریل کا خطابِ جمعہ

خطبۂ مسنونہ' سورۃ الحدید کی آیت ۲۵ اور سورۃ المائدہ کے رکوع ۷ کی آیات کی تلاوت اور ایک حدیث نبویؐ (اِقَامَۃُ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِنْ مَطَرِ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً) کے بیان کے بعد محترم ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

حضرات!

پرسوں (۲۴ر اپریل) کے اخبارات میں آپ نے وہ مفصل خبر پڑھ لی ہوگی جس کی رو سے نو دینی اور مذہبی و سیاسی جماعتوں نے اس شریعت بل کو یکسر مسترد کر دیا ہے جو نواز شریف صاحب نے سرکاری بل کے طور پر پارلیمنٹ میں پیش کیا۔ مزید برآں ان کی طرف سے اپیل کی گئی ہے کہ آج کے دن جمعہ کے اجتماعات میں اس موضوع پر گفتگو کی جائے اور قراردادیں پاس کی جائیں۔ لہٰذا سب سے پہلے میں اپنی' مرکزی انجمن خدّام القرآن اور تنظیمِ اسلامی پاکستان کی جانب سے ان کے موقف کی مکمل تائید کرتا ہوں۔ البتہ میں اس میں بعض اضافے تجویز کر رہا ہوں جو ابھی آپ کے سامنے عرض کروں گا۔ اور آخر میں ہم یہاں ایک قرارداد بھی پاس کریں گے۔

میری آج کی گفتگو کا موضوع ہے: "پاکستان میں نظامِ عدلِ اجتماعی کا قیام اور موجودہ مجوّزہ سرکاری شریعت بل"۔ یعنی آج کا موضوع دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے ان دونوں حصوں کے فرق کو سمجھ لیجئے۔ اور یہ بات تین اصطلاحات کو تین اصطلاحات کے بالمقابل

لانے سے بہ آسانی سمجھی جا سکتی ہے۔
سب سے پہلے "نظام" اور "قانون" کی اصطلاحات کو مقابل رکھئے۔ نظام سے میری مراد سیاسی' سماجی اور معاشی پہلوؤں پر محیط نظام (Politico-Socio-Economic System) ہے' جبکہ قانون سے مراد ہے دیوانی یا فوجداری قوانین' مثلاً قانونِ شہادت و وراثت اور قصاص و دیت وغیرہ۔ ان دونوں کے درمیان ربط و تعلق یہ ہے کہ قانون' نظام کو Subserve کرتا ہے' یہ نظام کے تابع ہوتا ہے' اور نظام کو چلانے کے لئے قانون کی ضرورت ہوتی ہے۔ نظام اگر سرمایہ دارانہ و جاگیردارانہ ہو تو قانون اس کا تحفظ کرے گا۔ اور اسی طرح سوشلزم' کمیونزم اور اس طرح کے دیگر نظام اگر رائج ہوں گے تو قانون ان کی تائید اور پشت پناہی کرے گا' چنانچہ اس حوالے سے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ نظامِ اسلام اور قانونِ اسلامی مترادف نہیں ہیں بلکہ اسلام کا نظام عدل اجتماعی اور شے ہے' اور قانون اور شے۔
مزید یہ کہ اسلام کے اس نظام کے لئے قرآن حکیم میں "دینُ الحق" (سچا دین) اور "دینُ اللہ" (اللہ کا دین) کی اصطلاحات وارد ہوئی ہیں' جبکہ قانون کے لئے ہمارے دین کی اصطلاح "شریعت" کی ہے۔ "دین" اور "شریعت" کی یہ دونوں اصطلاحات اپنی اپنی جگہ مختلف حیثیت کی حامل ہیں۔ ان دونوں اصطلاحات کو مقابل رکھ کر ان کا فرق ذہن نشین کیجئے۔ اسلام دین الحق ہے جبکہ شریعت اسلامی کے چار مآخذ (Sources) ہیں ------
(i) کتاب اللہ (ii) سنت رسولؐ (iii) اجماع (iv) قیاس۔
"دین" اور "شریعت" کی ان دونوں اصطلاحات کے ساتھ کچھ اور اصطلاحات متعلق ہیں' جو ایک دوسرے کے مقابل آتی ہیں۔ چنانچہ دین کو قائم کرنے کی جب بھی بات ہوگی تو اس کے لئے ہمیشہ یہ دو الفاظ استعمال ہوں گے: (i) غلبۂ دین۔ اور (ii) اقامت دین۔ دین کی تنفیذ یا ترویج کا لفظ کبھی استعمال نہیں ہوتا۔ "غلبۂ دین" کے لئے قرآن حکیم میں تین مقامات (سورۂ توبہ' سورۃ الصف' سورۃ الفتح) پر "لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ" ------ کے الفاظ آئے ہیں' یعنی ------ تاکہ وہ غالب کر دے اسے کُل کے کُل دین پر! اور "اقامت دین" کی اصطلاح سورۃ الشوریٰ میں وارد ہوئی ہے: اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ... کہ دین کو قائم کرو اور اس کے بارے میں تفرقے میں

مت پڑو! اور شریعت کی تنفیذ کے لئے قرآن حکیم میں "حکم بِمَا اَنزَلَ اللّٰہُ"... کے الفاظ آئے ہیں۔ فرمایا: وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ○ "جو لوگ اللہ کے قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں"۔

نظامِ اسلام کے تین گوشے اور ان کے تقاضے

اصطلاحات کے باہم تقابل کے بعد اب اسلام کے نظام یعنی "دین الحق" کے بارے میں نوٹ کیجئے کہ اس کے تین گوشے ہیں۔ یعنی (i) سیاسی، (ii) سماجی اور (iii) معاشی عدل۔ عدل اجتماعی کے ان تین گوشوں کو جدید اصطلاح میں "The Politico - Socio - Economic System" کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر گوشے کے اپنے تقاضے ہیں۔

سماجی عدل کا تقاضا یہ ہے کہ معاشرے سے اونچ نیچ ختم کی جائے۔ پیدائشی طور پر نہ کوئی اونچا ہے اور نہ کوئی نیچا!۔ ہندو معاشرے میں برہمن کو پیدائشی طور پر بہت اعلیٰ و ارفع مقام حاصل ہے، خواہ وہ کردار کے اعتبار سے انتہائی گھٹیا ہو، جبکہ شودر کو پیدائشی طور پر نیچ سمجھا جاتا ہے، چاہے وہ ذاتی طور پر کتنا ہی بلند کردار کیوں نہ ہو۔ اسی طرح ہمارے ہاں سید زادہ بہت بڑی عزت و توقیر کے لائق سمجھا جاتا ہے، خواہ وہ سیرت و کردار کے اعتبار سے انتہائی پست ہو، اور اس کے مقابلے میں اپنے اعزہ و اقارب سے کٹ کر اسلام قبول کر لینے والے کو "مصلی" گردانا جاتا ہے اور اسے کمتر اور نیچ سمجھا جاتا ہے۔ یہاں پنجاب میں ایک مسلم شیخ کسی سید کے برابر تو کجا چودھری کے ساتھ بھی نہیں بیٹھ سکتا۔ جبکہ اسلام کے سماجی عدل کا تقاضا یہ ہے کہ تمام انسان پیدائشی طور پر برابر ہیں۔ رنگ، نسل، ذات، پات اور قومیت وغیرہ کی بنا پر کسی کو دوسرے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ سیاسی عدل کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی انسان دوسرے انسان پر حاکم نہ ہو۔

ع تمیزِ بندہ و آقا فسادِ آدمیت ہے!

سب انسان اللہ کی حاکمیت کے سامنے محکوم ہیں۔ ان کی اپنی کوئی حاکمیت نہیں اور اللہ کے بندے ہونے کے اعتبار سے سب مساوی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا" "سب اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بنو"۔ اسلام میں قومی اور طبقاتی دونوں سطحوں پر انسانوں کی حاکمیت کی نفی ہے۔ چنانچہ

سیاسی عدل سے مراد یہ ہوگی کہ حاکمیتِ مطلقہ صرف اللہ کی ہے اور تمام انسان آپس میں حاکمیت کے اعتبار سے برابر اور ایک حاکم مطلق کے محکوم ہیں۔ البتہ ریاستی معاملات آپس میں مشورے سے طے ہوں گے۔ "اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ"... یہ اسلام کے سیاسی عدل کا اہم جزو ہے۔

اسلام کا معاشی عدل کمیونزم کی طرح کا جبری نوعیت کا عدل نہیں ہے۔ سرمائے کے لئے اسلام نے ایک اصول معین کر دیا کہ "كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ" ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ اللہ نے جو کچھ دیا ہے، زمین سے جو کچھ اُگ رہا ہے اس پر کوئی ایک طبقہ قابض ہو جائے اور تقسیمِ دولت کا نظام ایسا ناہموار ہو کہ "Haves" اور "Haves Not" کے طبقات وجود میں آ جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ ایک طرف دولت کا ارتکاز ہو اور دوسری طرف احتیاج بڑھتی چلی جائے۔ اس کے خاتمے اور روک تھام کے لئے اسلام میں قواعد و ضوابط مرتب کئے گئے ہیں۔ نقد کے سُود کو دو ٹوک الفاظ میں حرام قرار دیا گیا جو کہ سرمایہ داری کی بنیاد بنتا ہے۔ اسی طرح زمین کا سود، جس پر آج ہم بات کرنا نہیں چاہتے، وہ بھی حرام ٹھہرایا گیا ہے۔ یہ جاگیرداریاں اور زمینداریاں بالعموم اسی سود یعنی مادر پدر آزاد مزارعت کی بنیاد پر قائم ہیں۔ اسلام کے نظام میں ان کی کوئی گنجائش نہیں۔

اِسلامی نظام کا قیام کس طرح ممکن ہے؟

مذکورہ بالا تین چیزیں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا مظہر ہیں، جن کے نفاذ اور اقامت کے بغیر دین کو قائم کرنا محال ہے۔ اس اعتبار سے مزید دو باتیں نوٹ کر لیں۔

(i) اسلام کے کامل نظامِ عدلِ اجتماعی کا قیام مکمل انقلاب کے بغیر ناممکن ہے۔ اس کے لئے سنار کی ٹھک ٹھک سے کام نہیں چل سکتا، بلکہ لوہار کا ہتھوڑا ناگزیر ہے۔ اس لئے کہ کوئی بھی آسانی سے اپنے مفادات کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ جنہوں نے دوسروں کے حقوق غصب کر رکھے ہیں، ان سے حقداروں کو حقوق دلوانا شیر کے منہ سے نوالہ نکال لانے کے مترادف ہے۔ جن کو مراعات حاصل ہیں، جو پیدائشی طور پر اونچے سمجھے جاتے ہیں، جو لوگوں کا خون چُوس رہے ہیں، ان میں سے کوئی بھی ٹھنڈے پیٹوں اپنی

پوزیشن چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوگا' چنانچہ اس کے لئے مکمل انقلاب (Total Revolution) ناگزیر ہے۔ اور جو کوئی اس کے بغیر اسلامی نظام کی آمد کا منتظر ہے' وہ "جَنَّتُ الْحَمقَاءِ" کا مکین ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ
لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔

"ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان اتاری۔ اس لئے تاکہ لوگ عدل پر قائم ہو جائیں"۔

تو عدل اجتماعی کے قیام کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور ان کے ساتھ کتابیں اور میزان بھیجے' تاکہ لوگ عدل و انصاف پر قائم ہوں۔ یہ اسلام کا مقصد ہے کہ عدلِ اجتماعی کا نفاذ ہو اور معاشرے سے ہر طرح کے جبر' ظلم' استبداد' استحصال اور Discrimination (امتیاز) کا خاتمہ کیا جا سکے۔

(ii) اسلامی انقلاب کا قیام محض وعظ و نصیحت اور ترغیب و تلقین کے ذریعے ممکن نہیں ہے۔ سورۃ الحدید کی اسی آیت میں آگے فرمایا: وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ... "اور ہم نے لوہا بھی اتارا"... کہ یہ کام ٹھنڈے ٹھنڈے وعظوں سے ہونا ممکن نہیں۔ اگر ممکن ہوتا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثاروں کا خون تو کجا' کسی کافر کا خون بہانا بھی پسند نہ فرماتے۔ آپؐ سے بڑا مبلغ' داعی' مربیّ' مزکیّ اور واعظ دنیا میں کوئی ہوا ہے' نہ ہوگا۔ اگر صرف تعلیم' تبلیغ' وعظ و نصیحت یا فضائل کی تبلیغ سے یہ کام ہو سکتا تو محمد رسول اللہؐ کبھی بدر و حنین کی وادیوں میں سے نہ گزرتے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے' وقت پڑنے پر' خون بہانا ناگزیر ہے۔ اور اس سے بھی پہلے خود اپنا خون دینے کے لئے تیار رہنا ضروری ہے۔ مکّی دور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خون نچھاور کیا۔ طائف کی زمین میں سن ۱۰ نبویؐ میں آپؐ کا خون جذب ہوا۔ اس راہ میں صحابہ کرامؓ نے بھی خون کا نذرانہ دیا۔ حضرت سمیّہ' حضرت یاسر' حضرت عمّار' حضرت خبّاب' حضرت بلال رضی اللہ عنہم اجمعین اور دیگر بہت سے صحابہ کرامؓ کا خون بہا کہ نہیں بہا؟ البتہ مکی دور میں یہ معاملہ یکطرفہ تھا۔ جواباً کسی کا خون لیا نہیں جا رہا تھا... لیکن مدنی دور میں اگلا مرحلہ بھی آیا کہ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ۔ "وہ اللہ کی راہ

میں جنگ کرتے ہیں۔ پھر قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں"۔

"اقامتِ دین" اور "تنفیذِ شریعت" کا باہمی تعلّق

اپنے موضوع کے اس حصے کی آخری بات عرض کرتا ہوں' جو بڑی قابلِ افسوس ہے کہ ہماری تمام دینی جماعتیں ساری گفتگو تنفیذ شریعت کی کرتی ہیں' جبکہ نظام اسلام کے قیام کی بات کوئی نہیں کر رہا۔ اور یہ بات اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ یہ نکتہ سامنے رہے کہ اصل شے نظام ہے' نہ کہ قانون۔ قانون تو نظام کو Subserve کرتا ہے۔ مثال کے طور پر' ایک ظالمانہ اور بدترین سرمایہ دارانہ نظام کے اندر آپ چور کا ہاتھ کاٹنے کی سزا نافذ کر دیتے ہیں تو اس کا فائدہ کسے حاصل ہو گا؟ تحفظ کن کو ملے گا؟ ظاہر بات ہے کہ دولت مندوں اور حرام خوروں کو!! انہوں نے سودی معیشت اور استحصالی نظام کے ذریعے جو دولت جمع کی ہے اسے تو یقیناً تحفظ مل جائے گا چوری کے ختم ہونے سے' لیکن معاشرے میں موجود ناہمواری اور ظلم چور کو سزا دینے سے ختم نہیں ہوں گے۔ اس کے خاتمے کے لئے نظام کو بدلنا ہو گا۔ یہاں یہ واضح کرتا چلوں کہ اسلامی حدود و تعزیرات اور قوانین کی اپنی برکتیں ہیں اور بحالاتِ موجودہ بھی ان کا نفاذ خیر سے خالی نہیں' لیکن بہرحال صرف قوانین کے نفاذ سے مطلوبہ نتائج برآمد نہیں کئے جا سکتے۔ مقامِ افسوس ہے کہ دینی جماعتیں سارا زور اسی پر صرف کر رہی ہیں اور ان میں ایک ایسی جماعت بھی شامل ہے جو خالص انقلابی انداز میں اٹھی تھی۔ کاش کہ ان کی جدوجہد اسلامی نظام کے قیام کی خاطر ہوتی!!

اس ضمن میں ایک اہم بات یہ پیش نظر رہنی چاہئے کہ جہاں تک معاملہ حضورؐ کی سیرتِ مطہرہ کا ہے' وہاں ہمیں یہ تقدیم و تاخیر نظر آتی ہے کہ آپؐ نے نظام پہلے بدلا' قانون اس کے بعد نافذ ہوا۔ شروع میں قانون آیا ہی نہیں۔ چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا سورۃ المائدہ میں وارد ہوئی جو ہجرت کے ساتویں برس نازل ہوئی ہے۔ شراب کی حُرمت کا حکم بھی مدنی دور میں نازل ہوا ہے اور اس حُرمت سے پہلے شراب بھی پی جاتی رہی اور نمازیں بھی پڑھی جاتی رہیں۔ سود آنحضورؐ کی وفات سے صرف ڈیڑھ برس قبل' قریباً ۹ ہجری میں حرام ہوا۔ بہرحال وہاں ہمیں یہ حکمت نظر آتی ہے کہ جب اللہ کے رسولؐ کو

غلبہ اور فیصلہ کن اختیار حاصل ہوگیا تب ایک تدریج کے ساتھ قوانین اسلامی کی ترویج اور ان کا نفاذ ہوا۔ لیکن اپنے اس دور میں ہم اس تقدیم و تاخیر کو دلیل نہیں بنا سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج ہمارے پاس قانونِ شریعت مکمل صورت میں موجود ہے' جسے بعد میں آنحضرتؐ اور خلفائے راشدین نے نافذ کر کے دکھایا ... آج ہمارے پاس کوئی وجہ جواز نہیں ہے کہ ہم اس کی ترویج نہ کریں۔ سود' شراب' زنا اور دیگر گناہوں کی حرمت کے سب احکام موجود ہیں۔ ہمارے لئے تو ایک دن کا بھی جواز نہیں کہ ہم بغیر شریعت کے نفاذ کے زندگی گزاریں' کیونکہ ہم پیدائشی مسلمان ہیں۔

تنفیذِ شریعت کی اہمیت : سورۃ المائدہ کی آیات کی روشنی میں

سورۃ المائدہ کا ساتواں رکوع' جو سات ہی آیات پر مشتمل ہے' تنفیذِ شریعت کے اعتبار سے قرآن مجید کا ذروۂ سنام (Climax) ہے۔ (واضح رہے کہ "ذروۂ سنام" کی اصطلاح خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے' جو آپ نے بلند ترین چوٹی کے معنوں میں استعمال کی!) ان آیات میں سب سے پہلے تورات کا ذکر ہوا۔ شریعت اسلامی کا آغاز تورات سے ہوا ہے' جس سے پہلے صحیفے تو تھے' کتاب کوئی نہ تھی۔ فرمایا:

إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ

"ہم نے ہی تورات نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت اور نور دونوں تھے"۔

يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا

"فیصلے کرتے تھے اس کے مطابق وہ انبیاء جو خود فرمانبردار تھے' یہودیوں کے لئے"۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ تنفیذ شریعت سے پہلے خود فرمانبرداری اختیار کرنا کس قدر ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ خود فرمانبرداری کی روش اپنائی نہ جا رہی ہو اور تنفیذ شریعت کے لئے جلوس نکالے جا رہے ہوں۔ یہ واضح طور پر قول و فعل کا تضاد ہے کہ اپنے گھروں میں اسلام کا نفاذ نہ ہو سکتا ہو' لیکن ملک میں نفاذ اسلام کے لئے نعرے لگائے جا رہے ہوں۔ یہ صورت حال کہ وہ لوگ جو خود اپنے وجود پر اسلام کا نفاذ نہ کر سکتے ہوں' اسلام کا علم اٹھانے میں پیش پیش ہوں! یہ وہ نفاق ہے جس کی وجہ سے ہمارے ہاں آج

تک شریعت نافذ نہیں ہوئی۔ قرآن حکیم میں یہاں رسولوں کی فرمانبرداری کا بھی حوالہ دیا جا رہا ہے کہ یہودیوں کے لئے شریعت مُوسوی کے مطابق فیصلے کرنے والے انبیاء خود اللہ کے فرمانبردار تھے۔

وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ

"اور ان کے درویش اور عالم بھی (تورات کے مطابق فیصلے کرتے تھے)' کیونکہ وہ اللہ کی کتاب پر محافظ ٹھہرائے گئے تھے اور وہ اس پر گواہ تھے"۔

یہاں احبار اور ربانیین کے لئے دو چیزیں بیان کی گئی ہیں' ایک یہ کہ انہیں بھی حدودُ اللہ کی حفاظت پر مامور فرمایا گیا تھا۔ وہ نگرانی کرتے تھے کہ اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اور دوسرے یہ کہ انہیں اس پر گواہ بن کر کھڑا ہونا تھا کہ یہی حق ہے۔ آگے فرمایا:

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ

"پس تم لوگوں سے مت ڈرو' بلکہ مجھ سے ڈرو!"

یہ نہ سمجھنا کہ دنیا دقیانوسی قرار دے گی ع کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں!

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا

"اور میری آیات کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے فروخت نہ کرو"۔

دنیا کے حقیر سے مفاد کے لئے ------ اور ہمارے لئے کہا جائے گا کہ امریکہ کی سرپرستی حاصل کرنے کے لئے ------ ہماری آیات کا سودا نہ کرو!

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ○

"اور جو اللہ کی نازل کردہ (شریعت اور قوانین کے مطابق) فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں"۔

اگلی آیت میں قصاص کا قانون بیان فرمانے کے بعد یہی مضمون بایں الفاظ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ○

"اور جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی (شریعت اور قانون) کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو ظالم ہیں"۔

اور نوٹ کیجئے کہ ظالم کی اصطلاح قرآن میں خاص طور پر مشرک کے لئے آتی ہے۔ یعنی

یہاں اس کا مفہوم یہ بھی لیا جا سکتا ہے کہ وہ مشرک ہیں۔ اپنے طور پر چاہے وہ کتنے ہی مُوحّد بنے پھرتے ہوں، لیکن اگر ایسے نظام کے تحت زندگی گزار رہے ہوں، جس میں اللہ کے حکم کے مطابق فیصلے نہیں ہو رہے تو وہ مشرک ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان آیات قرآنیہ کا انطباق اس وقت ہم پر ہو رہا ہے۔ اجتماعی سطح پر واقعتہً ہم سب اس کی زد میں آتے ہیں۔ انفرادی سطح پر ہم جو کچھ بھی ہوں اس سے قطع نظر، قرآن کے الفاظ میں اجتماعی سطح پر ہم کافر ہیں، ظالم ہیں اور فاسق ہیں۔ اگلی آیت میں الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ○

"اور جو لوگ اللہ کی نازل کردہ (شریعت) کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو فاسق ہیں"۔

تو اس کو نوٹ کر لیجئے کہ ترویج شریعت کی اہمیت کس قدر زیادہ ہے۔ اس سے انحراف پر کفر، فسق اور ظلم کے قرآنی فتوے موجود ہیں کہ ؎

بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

ان آیات میں تورات اور انجیل کا ذکر کر کے اب اگلی دو آیات میں نبی اکرمؐ سے خطاب ہو رہا ہے:

وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ

"اور اے نبیؐ! آپ اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے نازل فرمایا اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں"۔

اللہ کے نازل کردہ احکام کی تنفیذ کے معاملے میں لوگوں کی خواہشات کا احترام نہ کیا جائے۔ اس میں ہمارے لئے یہ رہنمائی ہے کہ ہمیں یہ فکر لاحق نہ ہو جائے کہ یہ قوانین ہمارے عوام کی اکثریت کو پسند بھی ہیں یا نہیں؟ ان کے بارے میں خواص کی رائے کیا ہے؟ بیگمات انہیں کیسے قبول کریں گی؟ سرمایہ دار اور جاگیردار اس بارے میں کیا چاہتے ہیں؟ وغیرہ۔ بدقسمتی سے آج کے دور میں یہی باتیں سامنے رکھی جاتی ہیں۔ ع "باغباں بھی خوش رہے، راضی رہے صیاد بھی"۔ مقام افسوس ہے کہ ماضی قریب میں گیارہ برس اسی سوچ کی نذر ہو گئے اور کوئی ٹھوس اور قابل ذکر مثبت کام نہ ہو سکا۔

ایکٹروں کو بھی راضی رکھا جاتا رہا کہ میں کٹر نہیں ہوں۔ نوٹ کیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جا رہا ہے کہ: وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ "اور ان کی خواہشات کی پیروی مت کیجئے"۔

وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ

"اور ان سے بچتے رہئے کہ کہیں یہ آپ کو بچلا نہ دیں اس (کتاب) کے کسی حکم سے جو اللہ نے آپ کی طرف نازل فرمائی ہے"۔

اس کا معاذ اللہ کوئی امکان نہ تھا' مگر اس کے تناظر میں دوسروں کو یہ تنبیہہ کی جا رہی ہے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ○

"پھر اگر وہ روگردانی کریں (اور اللہ کے حکم کو قبول نہ کریں) تو (اے نبیؐ) جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ ان پر ان کے بعض کرتوتوں کی وجہ سے عذاب نازل کرے اور انسانوں کی اکثریت تو فاسقوں پر ہی مشتمل ہے"۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا کہ اے نبیؐ اگر آپ اہل زمین کی اکثریت کی پیروی کریں گے تو وہ لازماً آپ کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔ اگلی آیت میں سوال کیا گیا:

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ○

"تو کیا یہ (اللہ کے حکم کو چھوڑ کر) جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟"

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ○

"اور اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے' ان لوگوں کے نزدیک جو یقین رکھتے ہیں"۔

اگر اللہ پر یقین ہو تو اس کے حکم سے بہتر کس کا حکم نظر آ سکتا ہے! یہاں ایمان کے بجائے یقین کا لفظ استعمال فرمایا گیا کہ "ایمان" تو دینی اصطلاح ہے' جبکہ یقین کا مفہوم معیّن ہے۔ اگر یقین حاصل ہو تو اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی شخص یا قوم اللہ کے فیصلوں اور احکامات کو چھوڑ کر من مانی روش اختیار کرے۔

تنفیذِ شریعت کی تاریخ کے چند نمایاں سنگ ہائے میل

اب اپنے اس ملک میں تنفیذ شریعت کے حوالے سے ایک تاریخ اپنے ذہن میں تازہ کر لیجئے۔ اس تاریخ کے کچھ اہم سنگ ہائے میل (Land marks) ہیں' جن کی میں نشاندہی کر رہا ہوں۔

ا۔ اس سلسلے میں یہاں سب سے پہلا کام "قرارداد مقاصد" کا ہوا' جو واقعتاً ایک بہت بڑا کام تھا... جماعت اسلامی نے اس کام کو ایک مہم کے انداز میں شروع کیا تھا۔ مسلم لیگ میں اس وقت ہر طرح کے لوگ تھے۔ یہاں تک کہ ملحد اور کمیونسٹ بھی تھے جو "Communist International" کی ہدایت پر اس وقت شامل ہوگئے تھے جب پاکستان بننے والا تھا' تاکہ پاکستان کے قیام کے بعد یہاں کمیونسٹ انقلاب کے لئے کام شروع کیا جا سکے۔ لیکن بہرحال ان لوگوں کا پلڑا بھاری تھا جو اسلام کے ساتھ مخلص تھے۔ چنانچہ وہاں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جیسی شخصیات بھی تھیں' نتیجتاً قرارداد مقاصد منظور ہوگئی۔ جماعت اسلامی کی حیثیت بھی اس وقت تک کسی "سیاسی پارٹی" کی نہ تھی۔ چونکہ ابھی تک انتخابات کا سوال نہ تھا' لہٰذا یہ کسی کی مدمقابل بھی نہ تھی' بلکہ عوام کے جذبے کو لے کر کھڑی ہوئی اور سب نے اس مسئلے میں اس کا ساتھ دیا۔ خود دستور ساز اسمبلی میں ایسے لوگوں کا غلبہ تھا جو تحریک پاکستان کے کارکن تھے' جنہوں نے اسلام کے نام پر تقریریں کی تھیں اور "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ!" کے نعرے لگائے تھے۔ لہٰذا بحمد اللہ قرارداد پاس ہوگئی۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تو دستور ساز اسمبلی میں کھڑے ہو کر یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر یہ قرارداد پاس نہ کی گئی تو میں عوام کی عدالت میں جا کر تم لوگوں کا بھانڈا پھوڑوں گا کہ تم نے اسلام کے نام پر جھوٹے نعرے لگائے تھے۔ ورنہ وہاں اس وقت ایسے لوگ بھی موجود تھے جو کہہ رہے تھے کہ اس دور میں اللہ کی حاکمیت کی بات؟ بقول اکبر الٰہ آبادی ؎

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں!

اور قرارداد کی منظوری کے بعد یہ تک کہا گیا کہ آج ہماری نگاہیں شرم سے جھکی جا رہی ہیں' ہم دنیا سے آنکھیں چار کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہے۔

۲۔ دوسرے مرحلے پر دستور میں کچھ رہنما اصول معین کئے گئے اور اس میں ایک ایسی شق داخل کی گئی جو تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے یعنی

"No Legislation will be done repugnant

to the Quran and the Sunnah".

یعنی اس مملکت خداداد میں کوئی ایسی قانون سازی نہ کی جا سکے گی جو قرآن و سنت کے منافی ہو۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ کسی ذہین اور سمجھدار شخص نے قانون کی زبان میں سورۃ الحجرات کی پہلی آیت کی نہایت عمدہ ترجمانی کی ہے کہ:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ

"اے اہل ایمان! اللہ اور اس کے رسولؐ سے آگے مت بڑھو"۔

جہاں اللہ اور رسولؐ نے حد قائم کر دی ہو، وہاں رک جاؤ۔ اس حد کے اندر اندر آزاد ہو، اپنے معاملات باہمی مشورے سے طے کرو۔ لیکن حدود اللہ سے تجاوز کُفر ہو جائے گا۔ بہرحال اس آیت مبارکہ کے مفہوم پر مشتمل یہ شق دستور میں شامل ہوگئی۔ لیکن اس کی حیثیت محض ایک "رہنما اصول" (Directive Principle) کی رہی، جس کی بنیاد پر کوئی شخص عدالت کا دروازہ نہیں کھٹکھٹا سکتا تھا کہ فلاں قانون کتاب و سنت کے منافی ہے۔

۳۔ اس سلسلے کا ایک مزید قدم ۷۳ء کے دستور میں اٹھایا گیا۔ یہ ایک ایسا دستور تھا جو متفق علیہ تھا۔ اس پر مولانا مفتی محمود مرحوم کی قیادت میں تمام مذہبی جماعتوں نے اعلان کیا تھا کہ اسلامی دستور کا تقاضا پورا ہوگیا ہے اور دعائیں کی گئی تھیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق بھی عطا فرمائے ------ اس دستور میں یہ شق رکھی گئی تھی کہ دس سال کے عرصے میں تمام قوانین اسلامی بنا دیئے جائیں گے۔ لیکن افسوس کہ اس شق پر اس پورے عرصے میں سنجیدگی کے ساتھ پیش رفت کی کسی کوشش کا کوئی سراغ نہیں ملتا!۔

۴۔ صدر ضیاء الحق مرحوم نے برسر اقتدار آکر دو کام کئے۔ ایک یہ کہ قرارداد مقاصد کو دستور کے دیباچے (Preamble) سے نکال کر دستور کا جزو بنا دیا۔ اور دوسرے یہ کہ انہوں نے شریعت کورٹ کا نظام قائم کیا۔ پہلے جو شریعت کورٹ بنی وہ ہائی کورٹ کی سطح کی تھی، لیکن پھر پاکستان کی سپریم کورٹ کی سطح پر ایک فیڈرل شریعت کورٹ کا قیام

عمل میں آیا جس میں بہت سے مستند اور قابل علماء اور جدید ماہرینِ قانون کا ججوں کی حیثیت سے تعین کیا گیا اور انہیں اختیار دے دیا گیا کہ کسی قانون کے بارے میں وہ از خود یا کسی شہری کی طرف سے چیلنج کئے جانے پر غور و فکر کر کے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ قانون کلّی یا جزوی طور پر شریعت کے منافی تو نہیں ہے۔ اگر واقعتہً کوئی قانون کلی یا جزوی طور پر شریعت کے منافی پایا جائے تو صوبائی سطح کا معاملہ ہونے کی صورت میں صوبے کے گورنر کو اور مرکزی امور کی صورت میں صدر مملکت کو نوٹس دے دیا جائے کہ اتنی مدت کے اندر اندر اس قانون کی جگہ دوسرا قانون لے آیا جائے جو شریعت کے مطابق ہو' ورنہ فلاں تاریخ کو یہ قانون کالعدم ہو جائے گا۔ پھر اگر ملک میں صدر راج نافذ ہو تو نوٹس ملنے کے بعد صدر آرڈیننس جاری کرے اور اگر اسمبلی موجود ہو تو اسمبلی قانون سازی کرے' تاکہ معینہ مدت کے بعد کوئی خلا پیدا نہ ہو۔ شرعی قوانین کی تنفیذ کے لئے یہ ایک بہت بڑی اور صحیح انداز کی پیش رفت تھی لیکن......! یہاں ایک بہت بڑا "لیکن" ہے' کہ اس شریعت کورٹ کے ہاتھ میں دو ہتھکڑیاں اور پاؤں میں دو بیڑیاں ڈال دی گئیں' جس سے اس کی حیثیت محض نمائشی ہو کر رہ گئی۔ شریعت کورٹ پر عائد کی جانے والی چار پابندیاں یہ تھیں:

(i) عائلی قوانین شریعت کورٹ کے دائرہ کار سے مستثنیٰ رہیں گے ------- حالانکہ عائلی قوانین شریعت کے سب سے بنیادی قوانین ہیں۔ اور قرآن میں جس قدر تفصیل سے یہ زیر بحث آئے ہیں' اس کی کوئی دوسری نظیر نہیں ملتی۔

(ii) اسی طرح مالی قوانین کے بارے میں بھی شریعت کورٹ میں بات نہیں ہو سکتی! سُود' جوا اور سٹہ وغیرہ سب جاری رہیں گے۔

(iii) دستور پاکستان کے بارے میں کوئی بات اس عدالت میں زیر بحث نہیں آ سکتی' وہ اس سے بالاتر رہے گا۔

(iv) عدالتی طریق کار سے متعلق تمام ایکٹس اور قوانین بھی اس کے دائرہ کار سے باہر رہیں گے۔

آخری وقت میں مرحوم ضیاء الحق صاحب نے اس سلسلے میں ایک اور اقدام کیا تھا۔ ان کی طرف سے جو شریعت آرڈیننس آیا تھا' اس میں عائلی قوانین کے ضمن میں یہ پیش

رفت کی گئی تھی کہ یہ فیڈرل شریعت کورٹ کے دائرے میں آجائیں گے البتہ باقی تینوں چیزوں کے بارے میں سابقہ پالیسی بحال رکھی گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد صاحب نے اسے "نفاذ شریعت آرڈیننس" کے بجائے "انسداد شریعت آرڈیننس" قرار دیا تھا۔ ہم نے اس اعتبار سے اسے بھی خوش آمدید کہا تھا کہ چلئے عائلی قوانین تو شریعت کورٹ کے دائرہ اختیار میں لائے جا رہے ہیں۔ ہم نے اسے ایک مثبت پیش رفت قرار دیا تھا۔ تو یہ ہے ہمارے ملک میں دستوری سطح پر نفاذ شریعت کی ایک تاریخ!۔

شریعت بل کی تاریخ اور مختلف بلوں کا جائزہ

اب ہم شریعت بل کی تاریخ کی طرف آتے ہیں۔ شریعت بل میں متحدہ شریعت محاذ نے تنفیذِ شریعت کا جو نظام تجویز کیا تھا' اس میں اگرچہ ایک طرح کے انتشار (Chaos) کے پیدا ہو جانے کا خطرہ تھا' لیکن ہم نے تنفیذِ شریعت کی خاطر اس Chaos کو بھی منظور کر لیا تھا اور متحدہ شریعت محاذ میں شامل ہو کر اس بل کی بھرپور تائید کی تھی۔ کیونکہ ہم چاہتے تھے کہ ہم زیادہ دیر تک "وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ" کا مصداق نہ بنے رہیں۔ اور یہ Chaos بہرحال کچھ وقت گزرنے کے بعد دور ہو سکتا تھا۔ ہمارے ہاں آخر سیاسی انتشار بھی تو چلا آ رہا ہے جسے ہم بامرِ مجبوری گوارا کرتے ہیں۔ شریعت کے معاملے میں اگر کوئی وقتی انتشار پیدا ہوتا تو اسے ہم بخوشی گوارا کرتے۔ یہ انتشار پیدا ہونے کا اندیشہ اس لئے تھا کہ اس شریعت بل میں ماتحت عدالتوں کو بھی شریعت کے مطابق فیصلوں کا اختیار تجویز کیا گیا تھا' جس کے نتیجے میں مختلف فقہوں سے تعلق رکھنے والے جج صاحبان کی طرف سے ایک ہی نوعیت کے مقدمات میں مختلف فیصلوں کی توقع کی جا سکتی تھی۔ بہرحال شریعت کی تنفیذ کے ضمن میں اس امکانی انتشار کو دینی جماعتوں نے گوارا کرنا پسند کیا کیونکہ تنفیذ شریعت کا دوسرا راستہ دستور میں ترمیم کا تھا' جس کے لئے اسمبلی میں دو تہائی اکثریت درکار تھی اور جس کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔

یہ پرائیویٹ شریعت بل ابتداءً قاضی عبداللطیف اور مولانا سمیع الحق صاحبان نے تیار کیا تھا، جسے متحدہ شریعت محاذ بن جانے کے بعد مزید بہتر بنایا گیا اور بالآخر ایوانِ بالا میں پیش کر دیا گیا۔ لیکن اس شریعت بل کے متعلق اس وقت کے وزیر اعظم اور اس وقت کی مسلم لیگ کے سربراہ، جناب جونیجو نے صاف کہا تھا کہ جب تک میں ہوں اور میری حکومت موجود ہے، یہ بل پاس نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد اس بل کا دوسرا مرحلہ آیا۔ انتخابات کے بعد جب پیپلز پارٹی کی حکومت بن گئی تو بل کے مجوّزین حضرات نے اسے دوبارہ سینیٹ میں پیش کیا اور اس میں کچھ ترامیم قبول کیں۔ بلکہ یوں کہئے کہ ایک اعتبار سے اسے بہتر بنایا گیا، جبکہ ایک اعتبار سے اس میں پسپائی اختیار کی گئی۔ بہتری اس اعتبار سے کی گئی کہ ماتحت عدالتوں کے بارے میں یہ طے کیا گیا کہ انہیں شرعی معاملات میں فیصلے کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔ البتہ یہ عدالتیں شرعی معاملات و مقدمات ہائی کورٹ کو بھیج دیں گی جہاں کسی معاملے کے بارے میں طے ہوگا کہ وہ شریعت کے مطابق ہے یا نہیں۔ ایسا اس لئے کرنا پڑا کہ فیڈرل شریعت کورٹ کے تو دو ہتھکڑیاں اور دو بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں، جو دستور میں ترمیم کے بغیر کھل نہیں سکتی تھیں، لہٰذا متبادل راستہ یہ اختیار کیا گیا کہ جو معاملات پہلے سے فیڈرل شریعت کورٹ کے دائرہ اختیار میں ہیں، ان میں وہ کام کرتی رہے گی اور جو معاملات اس کے دائرہ اختیار میں نہیں ہیں ان میں فیصلے کا اختیار ہائی کورٹس کو دے دیا جائے۔ یہ واقعۃً ایک بہتر شکل تھی جس سے انتشار (Chaos) کے خطرات کم رہ گئے۔ لیکن دوسری طرف مالی معاملات میں پسپائی اختیار کی گئی۔ اور سُود کے بارے میں یہ مداہنت کی گئی کہ اگر اس ملک میں آئندہ کسی موقع پر سود کو حرام قرار بھی دے دیا گیا، تب بھی اُس تاریخ سے پہلے، بیرون ملک و اندرون ملک جو بھی سودی معاہدات ہوئے ہوں، وہ متاثر نہ ہوں گے۔ یعنی سود کی حرمت کا معاملہ موثر بہ ماضی نہ ہوگا بلکہ غیر سودی نظام صرف مستقبل کے لئے مؤثر ہوگا۔ ہماری رائے میں یہ کتاب اللہ سے بغاوت کے مترادف ہے، جس میں صاف فرمایا گیا ہے کہ "**وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا**" یعنی جو پہلے کھا پی چکے اس پر تو مؤاخذہ نہیں ہوگا لیکن ماضی میں کئے گئے معاہدات کو آئندہ کے لئے برقرار رکھنا ہرگز جائز نہیں۔ سود میں سے جو کچھ باقی ہے اسے فی الفور چھوڑ دو!۔ "**مداهنت فی**

التّین" کا معاملہ آپ ایک معاملے میں کریں گے تو دس کے لئے راستہ کھل جائے گا۔ اور یہ بات جان لیجئے کہ سود کے معاملے میں اگر یہ پسپائی اختیار نہ کی جاتی تو سینیٹ میں یہ بل منظور بھی نہ ہو سکتا' کیونکہ وہاں تو بڑے بڑے سرمایہ دار اور جاگیردار بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہیں اگر احساس ہو جائے کہ یہ ہمارے مفادات کے خلاف ہوگا تو وہ اسے کس طرح منظور کر سکتے ہیں۔ چنانچہ بھاری رشوت دے کر اسے منظور کروایا گیا اور خود پسپائی اختیار کی گئی۔

موجودہ مجوزہ سرکاری شریعت بل

اب یہ تیسرا بل آیا ہے جسے نواز شریف صاحب نے پیش کیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ان کی طرف سے ایک بہت بڑی وعدہ خلافی اور بے اصولی کا مظہر ہے۔ اس وقت چونکہ شریعت بل کو پیپلز پارٹی کے خلاف ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا تھا' لہٰذا سینیٹ میں آئی جے آئی کی اکثریت کی وجہ سے وہ بل پاس بھی ہو گیا۔ اس پر مبارکبادیں بھی دی گئیں' کیک بھی کاٹے گئے اور دعائیں بھی مانگی گئیں۔ لیکن یہی آئی جے آئی والے جب Absolute Majority (مطلق اکثریت) کے ساتھ پارلیمنٹ میں آ گئے تو اب انہیں اس ضرورت کا احساس ہوا کہ اس بل میں مزید ترمیم کی ضرورت ہے!۔ یہ نری ہی گھٹیا سیاست کا مظاہرہ ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ابھی تک سیاست کی اقدار معین نہیں ہو سکیں۔ میں سارا الزام انہیں نہیں دے رہا۔ اس میں وہ سب کے سب شریک ہیں' جنہوں نے اس ملک میں سیاست کی گاڑی چلنے نہیں دی۔ لہٰذا کوئی پائیدار سیاسی خطوط معیّن نہیں ہو سکے' کوئی مستحکم سیاسی جماعتیں وجود میں نہیں آئیں اور سیاسی قائدین میں کوئی سیاسی شرم و حیا کا احساس پیدا نہیں ہوا کہ ہم نے جب ایک مینڈیٹ پر لوگوں سے ووٹ لئے ہیں تو اب اس کے خلاف کیسے کام کریں۔ انہیں اس بات کا پابند ہونا چاہئے تھا کہ سینیٹ میں جو بل پیش کیا تھا اور جسے بڑے کروفر سے منظور کرایا تھا کم از کم وہی پارلیمنٹ میں بھی پیش کرتے۔ اس سے پہلے پی پی کی حکومت میں یہ بل نہ صرف اسمبلی میں پیش ہوا بلکہ ۶۶ ارکان اسمبلی نے اس کی تائید بھی کی تھی۔ مگر اب جبکہ اس بل کے حامیوں کو اکثریت حاصل ہوئی ہے تو اس سے انحراف کیا جا رہا ہے۔

اس بل پر ۹ دینی اور مذہبی و نیم سیاسی جماعتوں نے جو تبصرہ کیا ہے' میں اسے صد فی صد درست سمجھتا ہوں۔ ان جماعتوں نے اس سرکاری بل پر شق وار دلائل کے ساتھ گفتگو کی ہے اور دس نکات کی صورت میں بتایا ہے کہ اس بل میں اس سابقہ پیش کردہ بل سے فلاں فلاں انحراف موجود ہے' جس کے ساتھ آپ کی وابستگی تھی اور اپنی الیکشن کی تقاریر میں آپ نے عوام سے جس کے نفاذ کا وعدہ کیا تھا۔

پرائیویٹ شریعت بل کے دو اہم خلا

لیکن ہماری دانست میں وہ شریعت بل جسے دینی جماعتوں نے پیش کیا تھا اور جو سینیٹ سے منظور ہوا خود اس میں بھی دو بڑے بڑے خلا موجود ہیں اور ان دونوں کا تعلق نظام سے ہے۔

i) اس میں سود کے ساتھ مداہنت ہے' جو اللہ کے ساتھ بغاوت ہے۔ تازہ سرکاری بل کے تو خیر کہنے ہی کیا ہیں کہ جس میں تین سال کے لئے تو ویسے ہی ہر طرح کا سودی کاروبار جائز قرار دیا گیا ہے' مزید ستم ظریفی یہ کہ اسمبلی کو اس مدت میں توسیع کا اختیار بھی ہر دم حاصل رہے گا۔ اور مزید یہ کہ خارجی معاملات میں نہ صرف سابقہ سودی معاہدے بلکہ جو آئندہ بھی ہوں گے' سب کے سب شرعی قوانین کے دائرے سے مستثنیٰ رہیں گے!۔ میں سینیٹ سے منظور شدہ بل کی بات کر رہا ہوں کہ سود کے معاملے میں اس میں بھی مداہنت اختیار کی گئی ہے اور میرے نزدیک یہ محض درجے کا فرق ہے۔ آپ نے ایک بات میں مداہنت اختیار کی تھی تو نواز شریف صاحب دس باتوں میں مداہنت برت رہے ہیں۔ جو چیز حرام ہے اس کی کم مقدار بھی حرام ہی رہے گی۔ سود تو سود ہی ہے' چاہے چھٹانک بھر ہو یا سیر بھر' چنانچہ قرآن مجید کا یہ فتویٰ دینی جماعتوں کے اس سابقہ بل پر بھی صادق آتا ہے جسے سینیٹ نے منظور کیا تھا کہ:

"اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ...فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ"۔

کہ کیا تم ہماری کتاب اور شریعت کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک حصے کا انکار کر دیتے ہو؟ سو تم میں سے جو کوئی بھی یہ روش اختیار کرے اس کی سزا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ اسے دنیوی زندگی میں ذلیل و رسوا کر دیا جائے۔ اور قیامت کے دن ایسے لوگ شدید ترین عذاب میں جھونک دیئے جائیں گے! اعاذنا اللہ من ذٰلک!!

ii) اس بل میں مذکورہ بالا مداہنت کے باوجود نقد کے سود کا تذکرہ تو موجود ہے کہ وہ آئندہ ختم ہو جائے گا۔ اس کی حرمت مؤثر بہ ماضی نہ سہی' آئندہ کے معاملات میں تو تسلیم کی گئی ہے' لیکن زمینی سود کا اس میں کوئی تذکرہ نہیں ------- جبکہ اس ملک کا اصل روگ یہی ہے۔ حال ہی میں ڈاکٹر فاروق حسن بار ایٹ لاء کا ایک مضمون کسی اخبار میں چھپا ہے' جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ کسی زمانے میں اس ملک کی تقدیر کے مالک ۲۲ خاندان ہوتے تھے۔ آج بس اتنی ترقی ہوئی ہے کہ وہ ۲۲ کے بجائے ۳۳ ہو گئے ہیں! یعنی ان میں ۵۰ فیصد اضافہ ہو گیا ہے۔ اور یہی وہ خاندان ہیں جو ملک کے اصل حکمران ہیں اور اس ملک کی تقدیر سے کھیلتے ہیں۔ اس صورت حال کو جڑ سے ختم کئے بغیر اس ملک میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جا سکتی۔ یہی جاگیردار خاندان اب بڑے صنعت کار بھی بن گئے ہیں' اور انہوں نے بہت بڑے بڑے صنعتی قرضے معاف کروائے ہیں۔ غریب کا تو ایک پیسہ بھی معاف نہیں کیا جاتا اور یہ بڑے بڑے مگرمچھ اربوں روپے معاف کرا لیتے ہیں۔ غریب سے قرضے کی واپسی کے لئے تو اس کی کُٹیا تک قرق کر لی جاتی ہے' لیکن ان بڑوں پر کوئی گرفت نہیں۔ انہوں نے اس قوم کو ہر طریقے سے لُوٹا ہے اور ان کی جڑ کٹے بغیر نہ اس ملک کی سیاسی دلدل ختم ہو سکتی ہے اور نہ ہی نظامِ اسلام کے قیام کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے۔

جاگیرداری و زمینداری کا یہ نظام مزارعت پر مبنی ہے' جس کے بارے میں ہمارے ہاں اختلافات چلے آ رہے ہیں۔ بہرحال امام مالکؒ' امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مزارعت کی یہ شکل جو ہمارے ہاں مروّج ہے' حرامِ مطلق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں مزارعت کو سود قرار دیا گیا ہے۔ ایک مرتبہ ایک مہاجر صحابیؓ نے ایک انصاری صحابیؓ کے ساتھ یہ معاملہ کر لیا تھا۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں آئی تو آپؐ نے فرمایا: "تم نے سودی معاملہ کیا... زمین لوٹا دو اور جو

کچھ تم نے زمین پر محنت کی تھی' اس کی اُجرت وصول کر لو"۔

اس مسئلے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہمارے ہاں یہ ایک طے شدہ اصول ہے کہ جو زمینیں بزور شمشیر مفتوح ہوئی ہیں' وہ عُشری نہیں خراجی شمار ہوتی ہیں۔ اور خراجی زمینیں اسلامی ریاست کی ملکیت ہوتی ہیں۔ گویا ایسی صورت میں کاشت کار سے خراج سیدھا بیت المال میں جائے گا اور درمیان میں زمیندار نام کی کوئی شے باقی نہیں رہے گی' لیکن آج ہمارے علماء بھی بالعموم اس چیز سے صَرفِ نظر کئے ہوئے ہیں۔ جس طرح دیہات کا مولوی چوہدری کے خلاف زبان نہیں کھول سکتا' اسی طرح بدقسمتی سے اس ملک کے چوہدریوں کے خلاف یہاں کا بڑے سے بڑا مولوی بھی زبان نہیں کھول سکتا۔ الا ماشاء اللہ۔ یہ کتمان دین ہے' جس کی وجہ سے عوام مجبور ہو کر دوسری طرف جاتے ہیں۔ حضورؐ کا فرمان ہے کہ "کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَکُوْنَ کُفْرًا" کہ فقر تو کفر کے قریب لے جاتا ہے۔

نفاذِ شریعت کے ضمن میں چند گزارشات

اب آئیے گفتگو کے تیسرے حصے کی طرف۔ آج کے اخبار میں نوید آئی ہے کہ پرسوں ترمیمی بل آ رہا ہے جس میں دستور کے اندر کتاب و سنت کی بالادستی ثبت کر دی جائے گی۔ فی الحال معلوم نہیں ہے کہ وہ دستوری ترمیم کیا ہے۔ اس وقت میں اصولی طور پر صرف ایک بات عرض کر رہا ہوں کہ اگر دستور میں ایک بنیادی اور ایک ثانوی ترمیم کر دی جائے تو کسی شریعت بل کی بھی ضرورت نہیں رہے گی۔ بنیادی ترمیم یہ کہ فیڈرل شریعت کورٹ کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کھول دی جائیں۔ اگر آپ شریعت کو "سپریم لاء" تسلیم کرتے ہیں' تو یہ طے کرنے کے لئے کہ کوئی شے شریعت کے مطابق ہے یا نہیں' آپ نے جو ادارہ بنایا ہے' اس پر یہ پابندیاں اور بندشیں چہ معنی دارد! یہ بات دستور میں طے شدہ ہے کہ یہاں کوئی قانون کتاب و سنت کے منافی نہیں بنے گا۔ اب ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ فیڈرل شریعت کورٹ کو یہ کامل اختیار حاصل ہو کہ جس قانون کے بارے میں وہ فیصلہ دے دے کہ یہ شریعت کی حدود سے تجاوز کر رہا ہے' وہ کالعدم قرار دیا جائے گا۔ اس کی جگہ نئی قانون سازی کی جائے۔ اس طرح یہ گیند گویا خود بخود

حرکت کرے گی۔ (The ball will be set rolling) اب یہ میرا اور آپ کا کام ہو گا کہ کورٹ میں جا کر ثابت کریں کہ فلاں فلاں قانون شریعت کے خلاف ہے۔ اس میں یقیناً وقت تو لگے گا، لیکن یہ سب سے محفوظ راستہ ہے، جس میں انتشار کا امکان بھی کم سے کم ہے۔ ہماری عدالتیں "Codified Law" کی ہی عادی ہیں۔ ان کے سامنے دفعات پر مشتمل قانون ہونا چاہئے اور اس طریق کار میں نئے قوانین اور ان کی دفعات بنتی چلی جائیں گی اور قانون کی کتابوں میں ان کا اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

قانونی ترمیم یہ کہ فیڈرل شریعت کورٹ اور ہمارے ہاں کی عام اعلیٰ عدالتوں کے درمیان جو فرق روا رکھا گیا ہے، اس فرق کو ختم ہونا چاہئے۔ فیڈرل شریعت کورٹ اور ہائی کورٹس کے جج صاحبان کا مرتبہ (Status) بہت اونچا ہوتا ہے۔ اور یہ بات دستور کے بنیادی نکات میں سے ہے کہ عدالت کا مقام اتنا اونچا کر دیا جائے کہ نہ تو اعلیٰ حکام میں سے کوئی اس پر اثرانداز ہو سکے اور نہ ہی جج صاحبان کو اس طرح کا کوئی خطرہ ہو کہ کسی کی ناپسند کے مطابق فیصلہ نہ ہونے کی صورت میں وہ انتقامی کارروائی کا نشانہ بن سکیں گے اور انہیں اپنی ملازمت سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں گے۔ یہ تحفظ جس طرح ملک کی دوسری اعلیٰ عدالتوں کے جج صاحبان کو حاصل ہے وہ شریعت کورٹ کے جج صاحبان کو بھی حاصل ہونا چاہئے، تاکہ ہر طرح کے خوف سے بالاتر ہو کر وہ اپنے ضمیر، کتاب و سنت کے علم اور علماء و ماہرین قانون کے دلائل کے مطابق فیصلہ کر سکیں۔ یہ دو کام اگر ہو جائیں تو یوں سمجھئے کہ ع

"علموں بس کریں او یار اِکّو الف ترے درکار"

کے مصداق کسی اٹھارہ نکاتی، بیس نکاتی یا چوبیس نکاتی شریعت بل کی ضرورت نہیں رہتی۔

اگر ایسا نہیں ہوتا تو موجودہ مجوزہ شریعت بل کے معاملے میں ہم دینی و مذہبی سیاسی جماعتوں کے موقف کی مکمل تائید کرتے ہیں۔ ان کا یہ مطالبہ درست ہے کہ وہی شریعت بل اس اسمبلی میں لایا جائے جسے سینیٹ نے منظور کیا تھا۔ صرف یہ کہ دو چیزوں کا اس میں اضافہ ہم تجویز کرتے ہیں جن کا حوالہ پہلے دیا جا چکا ہے۔ یعنی

(i) سود کی حرمت جب بھی طے ہو، اسے موثر بہ ماضی بھی کیا جائے۔

ii) علماء اور بندوبست اراضی کے ماہرین پر مشتمل ایک لینڈ کمیشن بنایا جائے جو ہمارے ہاں کی زمینوں کی حیثیت کا جائزہ لے کہ یہ خراجی ہیں یا عُشری؟ اگر عشری ہیں تو ان میں مزارعت جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو اس کی شرائط کیا ہیں؟ ویسے تو یہ کام فیڈرل شریعت کورٹ کے تحت بھی کیا جا سکتا ہے مگر یہ تبھی ہو سکتا ہے جب اس کے ہاتھ اور پاؤں کھولے جائیں۔ ہم ان دو اضافی مطالبوں کے ساتھ نو جماعتوں کے موقف کی مکمل تائید و تصویب کرتے ہیں۔

دینی اور مذہبی وسیاسی جماعتوں کی خدمت میں

تقریر کے آخری حصے میں مجھے دینی اور مذہبی و سیاسی جماعتوں کی قیادت سے کچھ باتیں عرض کرنا ہیں:

۱۔ پہلی اور اہم ترین بات یہ ہے کہ خدارا اب بھی اس بات کو سمجھ لیں کہ پاور پالیٹکس اور انتخابی سیاست کے تحت مختلف دھڑوں کے ساتھ منسلک ہو کر اس راستے سے حقیقی اسلامی نظام کے قیام کا حصول قطعاً ناممکن ہے۔ اس الیکشن سے ۸۵ فیصد وہی لوگ آگے آئیں گے جو جاگیردار، سرمایہ دار اور زمیندار ہیں۔ اور ان سے خیر کی کبھی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی، خواہ وہ الیکشن کے وقت کیسے ہی حسین اور دلفریب وعدے کر لیں۔ یہ لوگ یہاں کے نظام میں کبھی کوئی بنیادی تبدیلی نہیں آنے دیں گے۔ ان کی اپنی ایک سوچ ہے، اپنی ایک فکر ہے، اپنے مفادات ہیں، اپنا ایک طرز بودو باش ہے جس میں یہ کوئی تبدیلی گوارا نہیں کر سکتے۔ آپ ان سے اپنی توقعات وابستہ کر کے خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں، آخر ان میں سے کسی کو کندھا دے کر اور کسی کو گرا کر اب تک کیا نتیجہ حاصل ہوا؟ ایوب خان کے خلاف مہم چلائی، بھٹو برآمد ہو گیا۔ اس کی ٹانگیں کھینچیں تو مارشل لاء برآمد ہو گیا۔ مارشل لاء رخصت کیا تو پھر پی پی مسلط ہو گئی۔ پی پی کو گرایا تو اب آئی جے آئی موجود ہے اور یہ مخمصہ اب پہلے سے بھی زیادہ گمبھیر ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ اس سے پہلے آپ کی مختلف جماعتوں کا علیحدہ تشخص تو برقرار تھا! لیکن اب آپ آئی جے آئی کا حصہ ہیں، اور جیسا کہ نواز شریف صاحب نے کہا ہے اور ٹھیک کہا کہ اگر آپ باہر بات کر رہے ہیں تو پارٹی ڈسپلن کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ آپ کو کوئی بات کرنی

ہے تو آئی جے آئی کے اندر کیجئے ورنہ شرافت سے استعفاء دیجئے اور باہر جا کر جو جی چاہے کیجئے! اس وقت آپ جس مخمصے اور شکنجے میں پھنس چکے ہیں' اس سے نکلنے کی اور کوئی صورت نہیں ہے۔ خدارا سوچئے کہ اب بھی بات سمجھ میں نہیں آئے گی تو کب آئے گی؟ جب پانی سر سے گزر چکا ہوگا اس وقت سمجھ میں آنے کا کیا فائدہ!

تو سمجھ لیجئے کہ نظام اسلام کا قیام اور شریعت اسلامی کی تنفیذ کے تقاضے کچھ اور ہیں' اور انتخابات اور پاور پالیٹکس کے تقاضے کچھ اور ہیں۔ آپ جب تک اپنے آپ کو ان دھڑے بندیوں سے اس طور پر علیحدہ نہیں کریں گے کہ آپ کی نہ کسی سے مخالفت کا معاملہ ہو اور نہ موافقت' بلکہ بس شریعت اور اسلام کا مطالبہ ہو' اس وقت تک آپ کی محنتیں بار آور نہیں ہو سکتیں۔ اس طرح کے سیاسی گٹھ جوڑ عوام کے لئے بھی شدید الجھن (Confusion) کا باعث بنتے ہیں کہ ادھر آپ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے خلاف لاہور کی سڑکوں اور گلیوں میں نعرے لکھ رہے تھے' اور ادھر آئی جے آئی کی تشکیل ہوئی تو آپ انہی لوگوں کی گود میں جا بیٹھے جن کے خلاف آپ نے علم جہاد بلند کیا تھا۔ اس میں آپ کی لاکھ مصلحتیں اور حکمتیں سہی' لیکن لوگ اس سے کیا سمجھیں؟ میں کسی کی نیت پر حملہ نہیں کر رہا لیکن ہمیشہ ہوتا یہی ہے کہ جس "برائی" کو آپ سینے سے لگانا چاہتے ہیں' اسے بڑی برائی (Greater Evil) کے مقابلے میں چھوٹی برائی (Lesser Evil) قرار دیا جاتا ہے اور "اھون البلیتین" کے فلسفے پر عمل کرتے ہوئے اسے قبول کرنا پڑتا ہے۔ اور اس میں آپ کو اپنے سارے اصول قربان کرنے پڑتے ہیں۔ آئی جے آئی کی کامیابی پر بڑی خوشی کا اظہار کیا گیا تھا کہ الیکشن کے راستے سے انقلاب آ گیا ہے' مگر اب کہاں ہے وہ انقلاب؟ آج آپ کو یہ بات کہنی پڑ رہی ہے کہ ہم سے بے وفائی اور غداری کی گئی ہے۔ اب آپ کے لئے مخمصے میں سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ آپ استعفے دیجئے' آپ انہی کے ووٹوں سے سینیٹرز بنے۔ اب وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ "ہماری بلی ہمیں ہی میاؤں؟" آخر دنیا کے کوئی اصول ہیں' کوئی عقل کی بات ہونی چاہئے۔ اگر آپ اب پبلک میں جا کر مہم چلانا چاہتے ہیں تو معقولیت کا تقاضا ہے کہ پہلے آپ مستعفی ہونے کا فیصلہ کریں جبکہ مولانا سمیع الحق صاحب کا کل کا بیان بھی یہ تھا کہ ہم آئی جے آئی سے علیحدگی میں جلدی نہیں کریں گے! یہ چیز خرابی کی اصل جڑ بنیاد

اور بس گانٹھ ہے کہ الیکشن اور پاور پالیٹکس کو تنفیذِ شریعت اور قیام نظام اسلام کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ رکھا جائے!

۲۔ دوسری بات یہ کہ اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا قیام یا شریعت کی تنفیذو ترویج صرف ایک عوامی تحریک کے ذریعے سے ممکن ہے' انتخابات کے ذریعے یہ قطعاً ناممکن ہے۔ اس ذریعے سے تو یہی لوگ آئیں گے جنہیں آپ بار بار آزما چکے۔ یہ لوگ اپنے مفادات کو کیونکر چھوڑیں گے۔ اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی کیونکر ماریں گے؟ اگر آپ اب بھی ان سے نظام اسلام کے قیام کی توقع رکھتے ہیں تو یہ آپ کی حماقت نہ سہی' سادہ لوحی ضرور ہے۔ اس مقصد کے لئے ایک عوامی تحریک برپا کرنا ہوگی۔ لیکن اس عوامی تحریک کے لئے تین بڑی بڑی شرائط ہیں:

i) سب سے پہلے ایک ایسی جمعیت فراہم کی جائے جو ان لوگوں پر مشتمل ہو جو اپنی ذات اور اپنے گھر میں شریعت نافذ کر چکے ہوں۔ اس کے بغیر اسلام کا نام لینا خود فریبی اور سیاست بازی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ii) پھر جو تحریک چلے وہ پرامن اور منظم ہو۔

iii) یہ تحریک ذمہ دارانہ ہو۔ ذمہ دارانہ کا مفہوم یہ ہے کہ فرض کیجئے آپ کوئی پرامن جلوس نکالتے ہیں' اگر اس کے ذریعے توڑ پھوڑ ہوتی ہے تو اس کی ذمہ داری آپ کو اپنے سر لینی ہوگی۔ لہذا جب تک اتنی طاقت فراہم نہ ہو کہ آپ یہ تین شرائط پوری کر سکیں' ایجی ٹیشن نہ کریں۔ اگر آپ کو اعتماد ہو کہ آپ کے پاس اتنے رضاکار ہیں جو کسی کو غلط حرکت کرنے نہیں دیں گے تو آیئے میدان میں! یہ کوئی دلیل نہیں ہے کہ جلوس تو ہم نے نکالا تھا' توڑ پھوڑ کوئی اور کر گیا۔ آپ صرف اسی وقت سڑکوں پر آنے کے حقدار ہیں' جب آپ پوری ذمہ داری لیں۔ یہ بات میں نے پی پی کے دور میں بھی کہی تھی کہ عورت کی سربراہی کے موضوع پر یا کسی اور حساس مذہبی issue پر عوامی ایجی ٹیشن نہ کیجئے' آپ حکومت کی تبدیلی چاہتے ہیں تو اسمبلی اور الیکشن کا راستہ اختیار کیجئے۔ آج پھر کہہ رہا ہوں کہ اب شریعت بل کے عنوان سے کوئی ایسی تحریک چلانا موجودہ حالات کے اعتبار سے انتہائی مہلک ہے۔ جب تک آپ کے ساتھ ایسے لوگ نہ ہوں جو دین کے ساتھ مخلص ہوں' تربیت یافتہ اور منظم ہوں' اس وقت تک کوئی تحریک

کامیاب نہیں ہو سکتی۔ محض جذبات سے تعمیر نہیں، تخریب ہوا کرتی ہے۔ متحدہ محاذوں سے پہلے کوئی خیر وجود میں آیا ہے نہ آئندہ اس کی کوئی توقع ہے، بلکہ یہ کام ایک منظم، ذمہ دار اور مخلص لوگوں کی جمعیت ہی سے ہو سکتا ہے۔ اگر آپ یہ شرائط پوری کر سکتے ہیں تو ایجی ٹیشن کریں، ورنہ آپ کی تحریک سے کوئی خیر برآمد نہیں ہوگا، بلکہ مارشل لا کا اپنا راستہ ہموار ہوگا۔ ہمیں اس بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ سندھ میں پھر وہ لاوا بڑی شدت سے پکنا شروع ہوگیا ہے۔ پروفیسر غفور احمد صاحب نے بالکل صحیح کہا ہے اور یہی بات بے نظیر نے کہی ہے کہ وہاں اب پاکستان سے علیحدگی کی تحریک پھر زور پکڑ رہی ہے۔ اور سب سے بڑا کمال تو وہاں جام صادق دکھا رہے ہیں جو ع "آ ملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک!" کے مصداق پرانے سندھی وڈیروں کو تمام مراعات فراہم کر رہے ہیں۔ اور ان کی یہ پالیسی چونکہ پی پی پی کے خلاف اور حکومت اور آئی جے آئی کے حق میں ہے، لہٰذا وہاں سب اچھا کا راگ الاپا جا رہا ہے، لیکن اس طرح جو قوت بن کر اپنا وجود منوائے گی، وہ بہت بھیانک ہوگی۔ جام صاحب اس وقت تک ایم کیو ایم کو لارے لپّے دیئے رکھیں گے اور آئی جے آئی کی مرکزی قیادت کو بھی۔ لیکن پھر سندھ میں یہ لاوا اگر پھٹا تو اس کا نتیجہ مارشل لا کی صورت میں سامنے آ سکتا ہے اور مارشل لا کے بارے میں میں نے سن ۸۰ء میں یہ بات کہہ دی تھی اور میں اب بھی یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ایک بار پھر مارشل لا لگا تو شاید یہ ملک باقی نہ رہ سکے۔ اس لئے کہ دشمن تو ہمارے دائیں بائیں بیٹھا ہوا ہے۔ روس کی طرف سے از سرِ نو دھمکیاں ملنا شروع ہوگئی ہیں۔ ادھر مشرقی پنجاب اور کشمیر میں بھارت کا ناک میں دم آیا ہوا ہے۔ پھر امریکہ کی وہ مدد اور پشت پناہی اب آپ کو حاصل نہیں جو کبھی حاصل تھی، کیونکہ اب آپ اس کے لئے اگلے مورچوں کی طاقت (Front line power) نہیں رہے، اس لئے کہ اس کا اصل دشمن روس تو بیٹھ ہی گیا ہے۔ ان اعتبارات سے موجودہ حالات بہت مختلف اور خطرناک ہیں جس میں اس نوعیت کا کوئی ایجی ٹیشن بہت خطرناک اور منفی نتائج کا حامل ہو سکتا ہے جس سے جمہوریت کی گاڑی دوبارہ پٹڑی سے اتر سکتی ہے۔

کچھ نواز شریف صاحب کے بارے میں!

اب مجھے وزیر اعظم پاکستان نواز شریف صاحب کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔

☆ ... پہلی بات اگرچہ تنقیدی ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس اعتبار سے انہیں اس کا کریڈٹ دیا جانا چاہئے کہ وہ اپنے دل کی بات صاف کہتے ہیں کہ میں Fundamentalist (بنیاد پرست) نہیں ہوں۔ میرے لئے تو خیر یہ بات انتہائی ناقابل قبول ہے اور میں اگر اپنے بنیاد پرست ہونے سے انکار کروں تو یہ شاید میرے اسلام سے انکار کے مترادف ہو۔ میرے پاس ۱۹۸۲ء میں "وال سٹریٹ جرنل" کا نمائندہ آیا تھا جس نے مجھ سے ایک سوال یہ کیا کہ کیا آپ فنڈا منٹلسٹ کہلوانا پسند کریں گے؟ میں نے کہا: "یقیناً!"۔ ابھی چند روز قبل "ٹائمز آف لندن" کا ایک نمائندہ آیا ہوا تھا۔ اس کے سوال کے جواب میں میں نے کہا: ہم یقیناً فنڈا منٹلسٹ ہیں۔ لیکن ہمارے فنڈا منٹلزم کی بنیاد یہ نہیں ہے کہ ہم کوئی آج سے ۱۴۰۰ برس پہلے کی ساری تفاصیل اور اس وقت کے نظام کو لے کر بیٹھے رہیں گے ــــــــ ہمارے فنڈا منٹلسٹ ہونے سے مراد یہ ہے کہ کتاب و سنت ہمارے لئے جڑ بنیاد کا درجہ رکھتی ہیں۔ جیسے قرآن میں آیا ہے "كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِى السَّمَآءِ" کہ اس کی جڑ زمین میں مضبوطی سے جمی ہوئی ہو۔ اور وہ جڑ ہے کتاب اللہ اور سنتِ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ اگر درخت اپنی جڑ ہی چھوڑ دے تو وہ درخت کہاں رہا؟ وہ تو پھر سوختنی لکڑی ہے جو چولہے میں جلائے جانے کے قابل ہے۔ یا اسے کاٹ کر کسی اور کام میں لایا جا سکتا ہے۔ بہرحال ہماری مذہبی و دینی جماعتوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ نواز شریف صاحب صاف کہہ رہے ہیں کہ وہ فنڈا منٹلسٹ نہیں ہیں۔

☆ ... اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ فنڈا منٹلسٹ نہیں ہیں تو پھر کیا ہیں؟ ہو سکتا ہے کہ وہ خود اس کی نفی کریں، لیکن میں اپنے آپ کو open to correction سمجھتے ہوئے عرض کر رہا ہوں کہ میرے نزدیک درحقیقت وہ بھی اصلاً وہی کچھ ہیں جس کا دعویٰ کبھی بھٹو صاحب نے کیا تھا یعنی سوشل ڈیموکریٹ! سوشل ڈیموکریسی کا نقطہ عروج سیکنڈے نیوین سوشلزم ہے، جو ایک ایسا سرمایہ دارانہ نظام ہے جس میں عوام کی بہبود کا بھی پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ غریبوں اور بے روزگاروں کو الاؤنس دیئے جاتے ہیں۔ مریضوں کی دیکھ بھال کا مناسب انتظام ہوتا ہے اور یہ چیزیں ڈنمارک، سویڈن اور ناروے وغیرہ میں جا کر دیکھی جا سکتی ہیں۔ وہاں ایک غریب آدمی کو بھی علاج کی وہی سہولتیں مہیا

کی جاتی ہیں جو وہاں کی ملکہ کو حاصل ہیں۔ بادشاہ اور غریب کے بچے کو تعلیم کے یکساں مواقع حاصل ہیں۔ ان لوگوں نے یہ سب کچھ کر کے دکھایا ہے جس پر وہ داد و تحسین کے مستحق ہیں۔ بہرحال بھٹو صاحب اور نواز شریف صاحب میں اس اعتبار سے سوچ کا کوئی بنیادی فرق موجود نہیں ہے۔

☆ ... ظاہر بات ہے کہ نواز شریف صاحب ایک صنعت کار اور کاروباری آدمی ہیں۔ ان کی ساری سوچ اسی حوالے سے پروان چڑھی ہے' ان کی اٹھان اسی میں ہے اور ان کا تجربہ اور مہارت اسی میں ہے لہٰذا یہ قیاس کرنا شاید غلط نہ ہو گا کہ ان کی سوچ کی معراج تو یہی ہے کہ کچھ مذہب کی ٹیپ ٹاپ کے ساتھ سرمایہ دارانہ نظام موجود رہے' جس میں ظاہر ہے کہ سود برقرار رہے گا۔ کیونکہ یہ تو مغربی سرمایہ دارانہ نظام کا بنیادی پتھر ہے' جس کو کھسکا دینے سے اس نظام کی بنیادیں زمیں بوس ہو جائیں گی۔ البتہ ان کے کچھ اچھے Points بھی ہیں۔ اس ملک میں پہلی مرتبہ کچھ سیاسی استحکام آیا ہے۔ جماعتی ڈسپلن نام کی کوئی شے بھی نظر آئی ہے۔ اس وقت چاہے وہ دینی جماعتوں کے خلاف جا رہی ہے کہ پارٹی ڈسپلن کا لحاظ کریں۔ ورنہ سینٹ یا اسمبلی کی وہ سیٹ چھوڑ دیں جو آپ نے اس پارٹی ٹکٹ پر جیتی ہے۔ اور یہ اس ملک میں پہلی مرتبہ ہو رہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہمارے ہاں کچھ سیاسی روایات اسی طرح مستحکم ہو جائیں تو یہ بھی اس ملک کے لئے ایک فائدے کی شے ہے۔ اور اگر یہ نہ ہو سکا تو ایک سیاسی انتشار وجود میں آئے گا جو مارشل لاء کو جنم دے گا۔ اور یہ مارشل لاء میرے نزدیک اس ملک کے خاتمے کی تمہید بن سکتا ہے۔

نواز شریف صاحب کے پیش نظر جو سوشل ڈیموکریسی کے نفاذ کا ایک کام ہے' کاش کہ وہ یہی کر جائیں۔ اگر سوشل ڈیموکریسی بھی اس ملک میں کسی درجے میں آ جائے تو وہ اس گند سے تو بہتر ہے جو اس وقت یہاں موجود ہے۔ غریب کا تو یہاں کوئی والی وارث ہی نہیں۔ وہ بیچارہ تو دوا تک کو ترستا ہے۔ اس وقت یہاں بہت بڑے بڑے ہسپتال بن گئے ہیں' لیکن ان میں تو وہی جا سکتا ہے جس کے پاس ہزارہا روپیہ موجود ہو۔ چنانچہ اگر نواز شریف صاحب سوشل ڈیموکریسی کا وہ نظام بھی لے آئیں جو مغرب میں ہے تو پوری قوم یہ تسلیم کرے گی کہ انہوں نے کوئی مثبت کام تو کیا۔ میں کہا کرتا ہوں کہ بھٹو کی اصل

ناکامی یہی ہے کہ جو بات اس نے کہی' وہ کر کے نہیں دکھائی۔ وہ جاگیردار تھا' جاگیردار نکلا ... وہ اپنی جاگیردارانہ کھلڑی سے باہر نہ نکل He could'nt go out to his skin سکا۔ ورنہ اگر وہ یہاں سے جاگیرداری ختم کر دیتا تو یہ اس ملک پر بہت بڑا احسان ہوتا اور ملک میں حقیقتاً ایک عوامی سیاست شروع ہو جاتی۔ لیکن وہ محض ایک جذباتی فضا میں آیا تھا اور کوئی کام نہیں کر سکا۔ نواز شریف صاحب اگر یہ کام بھی کر دیں تو ہم ان کے ممنون ہوں گے۔ جیسے کبھی غالب نے کہا تھا ع "غالب نہ لکھنؤ سے نہ دِلّی سے ہے غرض" اسی طرح ہمیں بھی نہ پیپلزپارٹی سے کوئی غرض ہے نہ آئی جے آئی سے ------ البتہ ملک میں اگر کوئی سیاسی استحکام پیدا ہو جائے' کچھ مثبت سیاسی روایات پروان چڑھ جائیں تو یہ بھی اس ملک کی ایک قابل ذکر خدمت ہوگی۔

اسی طرح نواز شریف صاحب نے جن معاشی اصلاحات کی بات کی ہے' وہ بھی قابل قدر ہیں۔ انہوں نے بل پیش ہونے سے ایک روز قبل اسمبلی میں جو تقریر کی تھی' میں نے اس کی بھرپور تائید کی تھی کہ پہلی مرتبہ کسی نے شریعت کے ساتھ ساتھ سماجی عدل کا نام بھی لیا ہے' غریبوں کی بات بھی کی ہے۔ غریب کی فلاح و بہبود کی بات بھٹو نے بھی کی تھی مگر اس کا انداز کچھ اور تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی یہ تقریر نیک خواہشات اور آرزوؤں کا ایک حسین مرقع تھی۔ میرے نزدیک یہ دو کام بھی اگر اس ملک میں ہو جائیں تو یہ ایک مثبت پیش رفت ہوگی۔ اس کے ساتھ اگر عائلی قوانین پر سے بھی قدغن اٹھ جائے تو وہ بھی ایک مثبت قدم ہوگا۔ ہم اسے بھی خوش آمدید کہیں گے۔

لیکن یہ بات اچھی طرح جان لیجئے کہ ان اصلاحات سے ہمارا اصل مقصد حاصل نہیں ہوتا ہمارے پیش نظر یہ رہنا چاہئے کہ درحقیقت اسلام کے کامل نظامِ عدلِ اجتماعی کا قیام (جو سیاسی' سماجی اور معاشی عدل پر محیط ہے) اور پوری شریعت اسلامی کی تنفیذ ہمارا مقصد ہے۔ اور اس کے لئے ایک عوامی تحریک برپا کرنا ناگزیر ہے مگر یہ عوامی تحریک ان لوگوں پر مشتمل ہوگی جو خود اپنی ذات پر اور اپنے گھروں میں دین کا نفاذ کر لیں اور جب ایجی ٹیشن کے لئے سڑکوں پر آئیں تو پرامن اور منظم ہوں۔ ایک ایسی تحریک کے ذریعے ہی سے یہاں پر مسلط نظام باطل کو تلپٹ کیا جا سکتا ہے۔

علمائے کرام سے ایک خصوصی گذارش

آخر میں ایک گزارش خاص طور پر علمائے کرام سے ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ جو شریعت بل بھی پیش کریں' اس میں خدا کے لئے مفتی اور قاضی حضرات کے لئے تنخواہوں کے معاملے کو نمایاں نہ کریں۔ اگر دین کا کام کرنا ہے تو اجرت کے معاملے کو بیچ میں نہ لائیے۔ خود آپ نے دین کی تعلیم بغیر فیس کے پائی ہے۔ دینی اداروں کے لئے لوگ انفاق کرتے ہیں۔ آپ کو اس کے لئے ہزاروں لاکھوں کی فیس نہیں ادا کرنی پڑیں۔ اس قوم نے آپ کو پڑھایا ہے چنانچہ اگر آپ کو دین کا کام کرنا ہے تو یہ اسسٹنٹ اور ڈپٹی ایڈووکیٹ جنرل کے مراتب اور ان کے برابر تنخواہوں کے گریڈ کی بات آپ کے منہ پر نہیں جچتی۔ میں یہ بات پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ خدا کے لئے ان گریڈوں کے چکر سے نکلئے! اس لئے کہ اس پر پھبتیاں چست کی جا رہی ہیں۔ اور ایک دانشور نے' جن کا میں یہاں نام نہیں لینا چاہتا' مجھ سے بات کرتے ہوئے یہاں تک کہا کہ پرائیویٹ شریعت بل تو مولویوں کی ایمپلائمنٹ کا بل ہے۔ خدارا اس کام کے لئے تنخواہوں اور مراعات کی بات نہ کیجئے۔ یہ قوم اب بھی آپ کی بہ دل و جان کفالت کرے گی۔ اس قوم نے آج تک آپ کو بھوکا نہیں مرنے دیا۔ آپ ڈنکے کی چوٹ اعلان کریں کہ ہم عدالت میں جائیں گے تو بغیر کسی فیس کے یہ رہنمائی کریں گے کہ شریعت کا حکم کیا ہے اور اگر ہمیں کہیں قاضی کی حیثیت سے بٹھایا جائے گا تو تنخواہ کا مطالبہ نہیں کریں گے۔ آپ عوام پر یہ واضح کریں کہ ہمیں ہمارا رب دینے والا ہے' ہماری اجرت اس کے ذمہ ہے' وہ کھلانے اور پلانے والا ہے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے الفاظ قرآن میں نقل ہوئے ہیں: **الَّذِیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ** اور تمام رسول اپنی اپنی قوم کے سامنے یہی کہتے رہے ہیں: **وَمَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** ("میں تم سے کسی اجرت کا طلبگار نہیں ہوں۔ میری اجرت تو جہانوں کے پروردگار کے ذمہ ہے"۔) اگر آپ بھی رسولوں کی اتباع میں ایسا کر سکیں تو شاید عوام کے لئے بھی شریعت بل کی بات زیادہ قابلِ قبول ہو اور کچھ خواص بھی اس بات کو اہمیت دینے پر آمادہ ہو جائیں۔

اب میں آپ کے سامنے یہ قرارداد پیش کر رہا ہوں جسے آپ نے منظور کرنا ہے:

قرارداد برائے نفاذ شریعت

جو جامع القرآن' ۳۶۔ کے' ماڈل ٹاؤن میں

ڈاکٹر اسرار احمد

کی تحریک پر جمعہ کے عظیم اجتماع میں منظور ہوئی

جامع القرآن' قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور کا جمعہ کا یہ اجتماع عظیم اپنے انتخابی وعدے کے مطابق نواز شریف حکومت کی طرف سے نفاذ اسلام کے عزم و ارادے کے اظہار کا خیر مقدم کرتے ہوئے واضح کر دینا چاہتا ہے کہ اس غرض سے قومی اسمبلی میں جو سرکاری بل پیش کیا گیا ہے' وہ ناقص اور نفاذِ شریعت کی طرف پیش قدمی کے بجائے پسپائی کے مترادف ہے۔ اس امر پر اس اجتماع کو اطمینان ہوا کہ ملک کی نو دینی و سیاسی جماعتوں نے بل کو مسترد کرنے میں عجلت پسندی سے کام نہ لیا بلکہ شق وار غور کر کے اس کے نقائص کو دلائل و براہین سے واضح کیا ہے۔ مسلمانوں کا یہ اجتماع ان کے موقف کی تائید کرتے ہوئے مطالبہ کرتا ہے کہ سرکاری شریعت بل کو واپس لے کر وہ پرائیویٹ شریعت بل قومی اسمبلی میں پیش کر کے ضروری اضافے اور ایک دستوری ترمیم کے ساتھ بلا تاخیر منظور کرایا جائے جسے پارلیمنٹ ہی کے ایوان بالا نے گزشتہ برس ضابطے کے سب مراحل طے کر کے پاس کیا تھا۔ اس اجتماع کا مطالبہ یہ ہے کہ مطلوبہ دستوری ترمیم کے ذریعے ان چاروں معاملات یعنی دستور' پرسنل لاء' عدالتی طریق کار اور مالی قوانین کو بھی وفاقی شرعی عدالت کے احاطۂ اختیار میں دے دیا جائے جو قبل ازیں فاضل عدالت کے دائرہ کار سے باہر رکھے گئے تھے۔ اس کے نتیجے میں پرائیویٹ شریعت بل کی وہ شق ساقط کی جاسکے گی جس سے دوسری عدالتوں میں قوانین کے اسلامی یا غیر اسلامی قرار دیئے جانے پر قانونی افراتفری کا خدشہ تھا۔ یہ اجتماع یہ مطالبہ بھی کرتا ہے کہ پرائیویٹ شریعت بل میں مالی معاملات پر شریعت کے اطلاق کو موثر بہ ماضی کیا جائے تاکہ بل کے ایکٹ بننے کے بعد جوئے اور سُود کا کامل خاتمہ ہو جائے اور کسی بھی طرح کی حرام خوری کو تحفظ حاصل نہ رہے۔ مزید برآں مطالبہ کیا جاتا ہے کہ معیشت میں اسلام کی برکات کے حصول کی غرض سے زمینداری کے موجودہ نظام پر بھی تحقیق کے لئے زراعت اور بندوبستِ اراضی کے

ماہرین اور علمائے دین پر مشتمل ایک اعلیٰ اختیاراتی لینڈ کمیشن کی فوری تشکیل کی جائے جو جاگیرداری' مزارعت اور غیر حاضر زمینداری کی مروجہ شکلوں کا اسلام کی روشنی میں جائزہ لے اور یہ بھی دیکھے کہ ہماری زرعی زمین خراجی ہے یا عُشری!... زراعت کے موجودہ نظام پر شریعت کو نافذ کیا جائے اور اگر زرعی اراضی خراجی قرار پائیں تو اس اہم ترین شعبے سے نہ صرف استحصال کا خاتمہ ہوگا بلکہ ملک کی اسلامی حکومت کو خراج کی بلا واسطہ آمدنی سے اتنے وسائل حاصل ہوں گے کہ ٹیکسوں کے موجودہ فرسودہ اور بدعنوانیوں کو جنم دینے والے نظام سے چھٹکارا مل جائے گا۔

تنظیم اسلامی پاکستان کے زیر اہتمام

آئندہ سہ روزہ علاقائی اجتماعات

کا شیڈول' برائے سال ۱۹۹۱۔ ۹۲ء

☆ ... ۲۳ تا ۲۵ر اگست ۹۱ء — علاقائی اجتماع' کوئٹہ

☆ ... ۲۰ تا ۲۲ر ستمبر ۹۱ء — علاقائی اجتماع' فیصل آباد

☆ ... ۱۸ تا ۲۰ر اکتوبر ۹۱ء — علاقائی اجتماع' ملتان

☆ ... ۲۲ تا ۲۴ر نومبر ۹۱ء — علاقائی اجتماع' راولپنڈی

☆ ... ۲۵ تا ۲۷ر دسمبر ۹۱ء — علاقائی اجتماع' شرقی پنجاب

☆ ... ۲۴ تا ۲۶ر جنوری ۹۲ء — علاقائی اجتماع' کراچی

☆ ... ۲۱ تا ۲۳ر فروری ۹۲ء — علاقائی اجتماع' پشاور

المعلن: ڈاکٹر عبدالخالق' ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان

الہدیٰ قسط: ۴۷

مباحث جہاد فی سبیل اللہ
درس ۴

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنیادی طریق کار یا انقلابِ نبویؐ کا اساسی منہاج

سورۃ الجمعہ کی روشنی میں

(۱)

سورۃ الجمعہ کے مضامین پر غور و فکر کے ضمن میں بھی ہم وہی طریق کار اختیار کریں گے جو سورۃ الصف کے ذیل میں اختیار کیا گیا تھا کہ پہلے سورہ کی مرکزی آیت کو کماحقہ سمجھنے کی کوشش کی جائے اور اس کے بعد ایک ایک آیت کو غور و فکر کا موضوع بنایا جائے۔ بالخصوص ہر آیت کا جو ربط و تعلق اس مرکزی آیت کے ساتھ بنتا ہے اسے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

سورۃ الصّف اور سورۃ الجمعہ کے مضامین کا باہمی ربط

یہ بات اس سے پہلے عرض کی جا چکی ہے کہ سورۃ الصف اور سورۃ الجمعہ میں جوڑے جوڑے ہونے کی وہ نسبت جو قرآن مجید کی اکثر سورتوں میں موجود ہے، بہت ہی نمایاں ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں بلند پایہ سورتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے دو پہلوؤں سے بحث کرتی ہیں۔ چنانچہ سورۃ الصف کا مرکزی مضمون تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصدِ بعثت، جبکہ سورۃ الجمعہ کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس مقصدِ بعثت کے حصول اور اس عظیم مشن کی تکمیل کے لئے آپ کا بنیادی طریق کار کون سا تھا! ــــــ یہاں لفظ "بنیادی" خاص طور پر توجہ کے قابل ہے اور اسے سمجھنے کے لئے ہمیں قدرے تفصیل میں جانا ہوگا۔

اگرچہ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اگر ہم عام مروجہ معنوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک انقلابی رہنما کہیں تو یہ یقیناً آپؐ کی توہین کے مترادف ہو گا لیکن دوسری طرف یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ داعیٔ انقلاب کا اطلاق نسل انسانی کے کسی فرد پر اگر بتمام و کمال ہو سکتا ہے تو وہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں!! اس لئے کہ تاریخ انسانی کا ہمہ گیر ترین اور گھمبیر ترین انقلاب برپا کرنے کا سہرا بلاشبہ آپؐ ہی کے سر ہے۔

تاریخِ انسانی کا عظیم ترین انقلاب

غور کرنے پر معلوم ہو گا کہ تاریخ کے وہ بڑے بڑے انقلاب جن کا بہت شہرہ ہے، محض جزوی انقلابات تھے۔ انقلاب فرانس ہو یا انقلاب روس، ان دونوں نے زندگی کے رخ میں کوئی ہمہ گیر تبدیلی برپا نہیں کی۔ انقلاب فرانس میں لوگوں کے افکار اور عقائد نہیں بدلے، ان کا طرز معاشرت تبدیل نہیں ہوا، صرف نظام حکومت کا ڈھانچہ تبدیل ہوا۔ شخصی حکومت کا دور ختم ہوا اور جمہوریت کا آغاز ہو گیا۔ اسی طرح انقلاب روس (BOLSHEVIK REVOLUTION) اگرچہ ایک بہت بڑا انقلاب تھا بلکہ اسے انقلابوں کی ماں کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ اس کی کوکھ سے انقلابوں کی ایک پوری کھیپ برآمد ہوئی ہے، بایں ہمہ تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس کے ذریعے بھی ایک جزوی تبدیلی ہی آ سکی، یعنی محض نظامِ معیشت کا ڈھانچہ تبدیل ہوا، اور ویسے تو کہا جا سکتا ہے کہ ایک بڑا انقلابی فکر یعنی "DIALECTICAL MATERIALISM" اس انقلاب کی پشت پر تھا لیکن بنظر غائر دیکھا جائے تو مادیت پہلے سے موجود تھی، اس نے صرف ایک قدم آگے بڑھایا اور جدلی مادیت کی شکل اختیار کر لی، اسے آپ MATERIALISM سے DIALECTICAL MATERIALISM تک ایک ارتقائی عمل تو کہہ سکتے ہیں، انقلابی عمل نہیں کہہ سکتے۔ گویا کہ وہاں بھی اصل تبدیلی زندگی کے محض ایک گوشے میں یعنی نظام معیشت میں واقع ہوئی کہ کوشش کی گئی کہ ذرائع پیداوار کو اجتماعی ملکیت میں لے کر حصہ رسدی تمام افراد تک کسی قدر منصفانہ انداز میں پہنچا دیا جائے۔ اس سے قطع نظر کہ معاشی ڈھانچے میں اس تبدیلی کے ضمن میں انسان کو کیا قیمت ادا کرنی پڑی اور اس کا کیا

ردِ عمل سامنے آ رہا ہے، فی الوقت صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ دنیا کے یہ تمام انقلابات جزوی تھے، جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا انقلاب ہمہ گیر تھا۔ اس انقلاب میں لوگوں کے عقائد بدلے، افکار بدلے، نظریات بدلے، زندگی کی قدریں بدلیں، نقطۂ نظر تبدیل ہو گیا، سوچ کا رخ بدل گیا، طرزِ بود و باش بدل گئی، معیشت کا انداز بدل گیا، سیاست کے طور اطوار بدل گئے، یوں کہئے کہ زمین بدل گئی، آسمان بدل گیا۔ بلکہ یہاں یہ تلاش کرنا پڑتا ہے کہ کیا چیز نہیں بدلی!------ اس پہلو سے کسی دوسرے انقلاب کو انقلابِ محمدیؐ سے کوئی دور کی نسبت بھی نہیں ہو سکتی! چنانچہ اس پہلو سے ہمارے اس دور کے برعظیم پاک و ہند کے ایک بہت بڑے انقلابی ایم این رائے نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنی مشہور کتاب "HISTORICAL ROLE OF ISLAM" میں اگر یہ کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے انقلابی رہنما تھے تو واقعہ یہ کہ غلط نہیں کہا۔

دوسری طرف یہ پہلو بھی قابلِ توجہ ہے کہ دنیا کے تمام اہم انقلابات کا اگر مشاہدہ کیا جائے تو ایک بات قریباً ہر جگہ مشترک نظر آئے گی کہ انقلابی فکر تخلیق کرنے والے یا پیش کرنے والے کچھ اور لوگ تھے اور اس انقلاب کو عملاً برپا کرنے کا معاملہ کچھ اور لوگوں کے ہاتھوں ہوا۔ انقلابِ فرانس کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ والٹیئر اور روسو اور ان جیسے نامعلوم کتنے اہلِ قلم تھے جنہوں نے وہ فکر دیا کہ جس کی بنیاد پر اس انقلابی عمل کا آغاز ہوا۔ لیکن یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ انقلابِ فرانس کے عملاً برپا ہونے میں اور اس کی عملی رہنمائی میں ان مفکرین کو کوئی دخل حاصل نہیں تھا۔ وہ انقلاب عملاً کچھ اوباش قسم کے لوگوں کی رہنمائی میں برپا ہوا اور واقعہ یہ ہے کہ وہ بڑا ہی خونی انقلاب تھا۔ اسی طرح کا معاملہ BOLSHEVIK REVOLUTION (انقلابِ روس) کا بھی تھا۔ اس انقلاب کے لئے انقلابی فکر دینے والا کارل مارکس جو جرمنی کا رہنے والا تھا خود اپنی زندگی میں کسی ایک گاؤں میں بھی انقلاب برپا نہیں کر سکا۔ سوچئے، یہاں ایک بالکل ہی دور دراز کے ملک میں ایک فعال شخصیت لینن کے ہاتھوں وہ انقلاب برپا ہوا جس نے کارل مارکس کے دیئے ہوئے فکر و فلسفہ کو دنیا میں ایک انقلاب کی عملی شکل میں ڈھالا۔ معلوم ہوا کہ انقلابی فکر دینے والے بالعموم کچھ اور لوگ ہوتے ہیں اور انقلاب برپا کرنے والے کوئی اور!۔

اس پس منظر میں دیکھئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ منفرد اور ممتاز نظر آتا ہے۔ ایک فردِ واحد سے دعوت کا آغاز ہوا اور کل تیئس برس میں یعنی ایک "LIFE SPAN" کے اندر اندر انقلاب کی تکمیل ہو گئی۔ بلکہ یہ تیئس برس بھی شمسی نہیں قمری ہیں۔ اس پہلو سے دیکھا جائے تو ہمارے حساب سے وہ بمشکل بائیس برس بنتے ہیں۔ کل بائیس برس میں ایک شخص فرد واحد کی حیثیت سے دعوت کا آغاز کرتا ہے اور پھر وہ دعوتی و انقلابی جدوجہد ان تمام مراحل کو طے کر کے جو کسی بھی انقلاب کو درپیش ہوتے ہیں، نہایت خوش اسلوبی سے پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتی ہے۔ اس میں آپؐ کو تمسخر و استہزاء کے ابتدائی مرحلے سے بھی گزرنا پڑا، پھر وہ شدید تشدد (PERSECUTION) کا دور بھی آیا جس میں اہل ایمان پر وحشیانہ مظالم ڈھائے گئے، پھر وہ مرحلہ بھی آیا کہ وطن کو چھوڑنا پڑا، مکے کی سرزمین کو خیرباد کہہ کے مدینہ منورہ کا رخ اختیار کرنا پڑا، پھر اقدام کا مرحلہ بھی آیا اور جہاد و قتال کے مراحل سے بھی گزرنا پڑا۔ اور اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اپنے تمام مراحل سے گزر کر کل تیئس برس کی مدت میں وہ انقلاب اپنی تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ اس کا ایک نتیجہ جس کی طرف توجہ دلانے کے لئے یہ ساری بات گوش گزار کی گئی، یہ نکلا کہ حضورؐ کی سیرت مطہرہ میں اس انقلابی عمل کے مختلف مراحل بہت نمایاں ہو گئے۔ بلکہ آپؐ کے اس انقلابی عمل کا TEMPO اتنا شدید ہے اور وہ انسان کی توجہ کو اس درجے اپنے اندر جذب کر لیتا ہے کہ اس انقلابی عمل کی پشت پر کارفرما اساسی طریق کار بالعموم نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اساسی طریق کار یا منہج عمل اپنی جگہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ اس انقلابی جدوجہد، اس تصادم اور اس تمامتر جہاد و قتال کے لئے وہ افراد کس طور سے حاصل ہوئے کہ جن میں ہر ایک عزم و ہمت اور استقامت کی چٹان ثابت ہوا۔ ان افراد کے فکر و نظر میں انقلاب کیونکر برپا ہوا اور پھر ان کی تربیت کا معاملہ کس نہج پر ہوا! گویا غور طلب بات یہ ہے کہ اس انقلابی عمل کی تہہ میں کارفرما وہ عمل کون سا تھا کہ جس کے ذریعے انفرادی زندگیوں میں انقلاب برپا ہوا۔ جس طریقے سے کسی پہاڑی ندی کا زور شور اور اس کی موجوں کا تلاطم انسان کو اس طرح اپنے اندر جذب کر لیتا ہے کہ اس کی گہرائی کی طرف توجہ نہیں ہوتی، اسی طریقے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ کا یہ پہلو یعنی انقلابی کشمکش اور اس

میں تصادم کے مختلف مراحل کسی بھی سیرت کے سننے والے یا پڑھنے والے کو اس درجے اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں کہ اس جدوجہد کے پس پشت کارفرما اساسی منہاج اور بنیادی طریق کار نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور ساری توجہ اسی ایک پہلو پر مرتکز ہو جاتی ہے۔

انقلابِ نبویؐ کا اساسی منہاج

سورۃ الجمعہ میں درحقیقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی اساسی منہاج اور بنیادی طریق کار کو واضح کیا گیا ہے کہ جس کے ذریعے وہ افراد تیار کئے گئے کہ جو اسی انقلابی جدوجہد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و بازو بنے اور جن کے اندر کا انقلاب بیرونی دنیا میں ایک ہمہ گیر انقلاب کا پیش خیمہ بن گیا۔ اس مضمون کی اہمیت کو اکبر الہ آبادی کے ایک شعر کے حوالے سے بہ آسانی سمجھا جا سکتا ہے، بڑا پیارا شعر ہے

خدا کے کام دیکھو بعد کیا ہے اور کیا پہلے!
نظر آتا ہے مجھ کو بدر سے غارِ حرا پہلے!

کہ اگرچہ حضورؐ کی سیرت طیبہ میں غزوہ بدر، غزوۂ اُحد، غزوۂ احزاب، صلح حدیبیہ اور فتح مکہ بڑے اہم Land marks شمار ہوتے ہیں لیکن اس وقت ہماری گفتگو کا موضوع یہ ہے کہ وہ بنیادی PROCESS اور طریق کار کون سا تھا کہ جس سے اس انقلاب کی داغ بیل پڑی، جس سے افراد کی زندگیوں میں انقلاب برپا ہوا، وہ افراد کہ جنہوں نے اپنی سیرت و کردار سے یہ ثابت کر دیا کہ ان کا نقشہ وہ ہے جو سورۂ احزاب میں آیا ہے کہ: "رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ" یعنی وہ جواں مرد جنہوں نے اپنے رب سے جو عہد کیا تھا اسے پورا کر دکھایا۔ "فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝" کہ ان میں سے وہ بھی ہیں جو اپنی نذر پیش کر چکے اور گردنیں کٹوا کر سبکدوش ہو چکے، سرخرو ہو چکے اور باقی ابھی منتظر ہیں کہ کب ہماری باری آئے اور ہم بھی سبکدوش ہو جائیں۔ وہ مردان کار کس PROCESS سے اور کس طور سے تیار ہوئے تھے، یہ ہے درحقیقت سورۂ جمعہ کا مرکزی مضمون۔

سورۃ الجمعہ کی مرکزی آیت

سورۃ الجمعہ کی مرکزی آیت (یعنی آیت نمبر۲) کے بارے میں پہلے یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اس میں جو چار اصطلاحات وارد ہوئی ہیں، ان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں چار مقامات پر ان کا اعادہ کیا گیا ہے اور یہ ایک نہایت غیر معمولی بات ہے۔ سب سے پہلے سورۃ البقرہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی دعا میں وہ الفاظ آئے، پھر چند رکوعوں کے بعد اللہ کی طرف سے اس دعا کی قبولیت کے اعلان کے ذکر میں انہی الفاظ کا اعادہ ہوا، پھر سورۂ آل عمران میں اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کے اس احسان کے بیان میں کہ اللہ نے تم میں اپنا ایک رسول بھیج دیا ہے پھر انہی چار اصطلاحات کو دہرایا گیا اور پھر آخری مرتبہ یہ چاروں اصطلاحات یہاں سورۃ الجمعہ میں وارد ہوئی ہیں۔ اور یہاں تو یہ الفاظ یا یہ اصطلاحات گویا کہ اس پوری سورہ کے لئے بمنزلۂ عمود ہیں یا یوں کہہ لیجئے کہ انہیں اس سورہ کے مرکزی مضمون کی حیثیت حاصل ہے۔ اس لئے آیئے کہ اس سورۂ مبارکہ پر اور بالخصوص اس کی آیت نمبر۲ پر نگاہوں کو پورے طور پر مرتکز کر دیا جائے۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○

دیکھئے، جس طرح سورۃ الصف کی مرکزی آیت کا آغاز ہوا تھا "**هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ**" کے الفاظ سے، اسی طرح سورۃ الجمعہ کی مرکزی آیت کا آغاز ہو رہا ہے "**هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ**" کے الفاظ مبارکہ سے۔ دونوں جگہ ایک ہی اسلوب ہے اور نہایت ملتے جلتے الفاظ ہیں۔ "وہی ہے اللہ کہ جس نے اٹھایا امیین میں ایک رسول"۔ بعث کے معنی ہیں کسی چیز کا اٹھانا یا برپا کرنا۔ چنانچہ "بعث بعد الموت" کی اصطلاح موت کے بعد جی اٹھنے کے مفہوم میں استعمال ہوتی ہے۔ "**هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ**" کہ وہی ہے اللہ جس نے اٹھایا امیین میں ایک رسول

انہی میں سے۔ لفظ "امیّین" پر ہم ان شاء اللہ بعد میں گفتگو کریں گے کہ یہ اس سورۂ مبارکہ کے اہم مضامین میں سے ہے۔ ابھی ذرا وقتی طور پر اس لفظ سے توجہ کو ہٹاتے ہوئے آگے بڑھئے۔ اگلے الفاظ اس اعتبار سے نہایت اہم ہیں کہ ان میں رسول کے طریق کار یا منہج عمل کا بیان ہے کہ وہ رسول جو اللہ نے مبعوث فرمایا ہے' کیا کرتے ہوئے آیا ہے! "يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ"۔ ترجمہ: "تلاوت کرتا ہے ان لوگوں پر اس کی آیات' (یعنی اللہ کی آیات) اور ان کا تزکیہ کرتا ہے' اور تعلیم دیتا ہے انہیں کتاب اور حکمت کی"۔ آیت کا آخری ٹکڑا حسب ذیل ہے: "وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ" ترجمہ: "اور اگرچہ وہ اس سے قبل کھلی گمراہی میں تھے"۔

چار اہم اصطلاحات

یہ ہے وہ آیۂ مبارکہ جس کے بارے میں عرض کیا گیا کہ یہ مضمون کے اعتبار سے اس سورۂ مبارکہ کی مرکزی آیت ہے۔ اس میں چار اصطلاحات وارد ہوئی ہیں۔ i) تلاوت آیات' ii) تزکیہ' iii) تعلیم کتاب اور iv) تعلیم حکمت۔ ان چاروں پر آپ غور کریں گے تو پہلی بات نمایاں ہو کر آپ کے سامنے یہ آئے گی کہ ان چار میں سے کم از کم دو کے بارے میں کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں کہ ان سے مراد سوائے قرآن کے اور کچھ نہیں! ظاہر بات ہے کہ تلاوت آیات سے مراد قرآن مجید کی آیات ہی کا پڑھ کر سنانا ہے۔ اسی طرح تعلیم کتاب سے مراد بھی قرآن حکیم ہی کی تعلیم ہے۔ البتہ دو اصطلاحات وہ ہیں کہ جن کے بارے میں کچھ ظاہر بین لوگوں کو یہ اشتباہ لاحق ہو سکتا ہے کہ شاید ان سے کتاب اللہ کے سوا کوئی اور شے مراد ہے۔ چنانچہ عمل تزکیہ کے بارے میں ایک گمان یہ ہو سکتا ہے کہ اس کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کا اپنا ایک علیحدہ تشخص ہے۔ اسی طرح لفظ "حکمت" کے بارے میں بھی ہمارے ہاں ایک خیال یہ ظاہر کیا گیا اور بعض بڑے بڑے ائمہ دین کی طرف سے بھی جن میں امام شافعیؒ بھی شامل ہیں' یہ خیال سامنے آیا ہے کہ اس سے مراد ہے سنّتِ رسولؐ۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کے تمام تر احترام کے باوصف یہاں ہمیں غور کرنا ہو گا کہ ان چاروں اصطلاحات کا باہمی ربط و تعلق

کیا ہے اور خود قرآن حکیم کے دوسرے مقامات سے ان کا کیا مفہوم متعین ہوتا ہے۔ جس طرح سورۃ العصر کے بارے میں عرض کیا گیا تھا کہ شرائطِ نجات کے بیان میں وہ چاروں چیزیں جو وہاں بیان ہوئی ہیں' ان میں باہم بڑا گہرا معنوی ربط موجود ہے۔ ایمان حقیقی کا لازمی نتیجہ عمل صالح۔ اور عملِ صالح اگر پختگی کو پہنچے گا تو اس سے تواصی بالحق کے برگ و بار لازماً ظاہر ہو کر رہیں گے' اسی طرح اگر صحیح معنی میں حق کی دعوت دی جائے تو یقیناً صبر کا مرحلہ آ کر رہے گا۔ تکالیف و مشکلات آئیں گی اور انہیں جھیلنا ہوگا۔ تو جس طرح سورۃ العصر کی ان چار اصطلاحات میں باہم گہرا ربط ہے' اسی طرح سورۃ الجمعہ کی متذکرہ بالا چار اصطلاحات بھی باہم نہایت مربوط ہیں۔

تزکئے کے بارے میں تفصیلی گفتگو تو بعد میں ہوگی' سردست اتنی بات نوٹ کر لیجئے کہ قرآن مجید مدعی ہے کہ تزکئے کا اصل ذریعہ وہ خود ہے۔ سورہ یونس میں صاف الفاظ میں فرما دیا گیا: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ" کہ اے لوگو تمہارے پاس آ چکی ہے تمہارے رب کی طرف سے ایک موعظت' ایک نصیحت جو شفا ہے تمہارے سینوں کے امراض کے لئے۔ یہ قرآن تمہارے تمام باطنی اور روحانی امراض کا مداوا بن کر نازل ہوا ہے۔ تزکیۂ نفس یا تزکیۂ باطن کا اصل ذریعہ خود قرآن ہے۔ اور جہاں تک "تعلیم حکمت" کا معاملہ ہے تو اس ضمن میں ہمارے اس منتخب نصاب میں سورہ بنی اسرائیل میں وہ آیت وارد ہو چکی ہے جو اس حقیقت کو بے نقاب کرنے کے لئے کافی ہے کہ حکمت کا اصل سرچشمہ بھی خود قرآن ہی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: "ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ" کہ یہ ہے وہ چیز کہ جو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر وحی کی ہے آپ کے رب نے از قسم حکمت! ـــــــ تو معلوم ہوا کہ یہ چاروں اصطلاحات یعنی تلاوتِ آیات' تزکیہ' تعلیمِ کتاب اور تعلیمِ حکمت درحقیقت قرآن مجید ہی کے گرد گھوم رہی ہیں۔ ان سب کا مرکز و محور قرآن مجید ہی ہے۔ گویا بالفاظ دیگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آلۂ انقلاب یہی قرآن مجید ہے جس کے بارے میں مولانا حالی نے بڑے پیارے انداز میں کہا تھا: ؎

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا　　اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

غور کیجئے' افراد کی زندگیوں میں وہ عظیم انقلاب کیسے برپا فرمایا! ان کے فکر اور ان کے کردار میں جو ہمہ گیر تبدیلی آئی' وہ کیونکر آئی؟ اس کا اگر تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس تمام تبدیلی کی بنیاد اور اساس خود قرآن حکیم ہے۔ تو آیئے کہ ہم ان چار اصطلاحات پر اپنی توجہات کو مرکوز کریں۔

تلاوتِ آیات

نبیؐ کا پہلا کام یا آپؐ کے فرائض چہار گانہ میں سے پہلا فریضہ ہے تلاوت آیات' جس کے لئے یہاں الفاظ لائے گئے "یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ"۔ "تَلَا' یَتۡلُوۡ" اگر بغیر کسی صلے کے آئے تو اس کے معنی خود پڑھنے کے ہوتے ہیں اور جب اس پر "علیٰ" کا اضافہ ہو جائے جیسے تَلَا علیہ تو اس کے معنی ہوں گے کسی کو پڑھ کر سنانا۔ کار نبوت یا کار رسالت کا سر آغاز یہی تلاوت آیات ہے۔ دعوت کا آغاز تلاوت آیات ہی سے ہوتا ہے۔ لفظ آیات پر اس سے قبل ہمارے ان اسباق میں گفتگو ہو چکی ہے۔ غور کیجئے کہ آیات یا نشانیوں کا حاصل کیا ہے! ہم پڑھ چکے ہیں کہ ان آیات سے اصل مقصود ذہن کو اللہ کی جانب متوجہ کرنا ہے۔ اللہ کی یاد دلوں میں تازہ ہو جائے' اللہ کی معرفت اور اس پر ایمان قلوب میں اجاگر ہو جائے' یہی آیات ہیں کہ جو پھر انسان کو بعث بعد الموت کی طرف اوّر جزا و سزا کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ گویا ہر اعتبار سے اولین کام تلاوت آیات ہی بنتا ہے۔

قرآن مجید کی حکمت نزولی سے ہمیں اس کی مزید تائید ملتی ہے کہ قرآن مجید میں مکی سورتوں میں جو آیات نازل ہوئی ہیں' ان سب کا بنیادی موضوع ایک ہی ہے اور وہ ہے توحید کہ اصل مقصود یہ ہے کہ ایمان باللہ دلوں میں جاگزیں ہو جائے' ہستی باری تعالیٰ کا یقین راسخ ہو جائے' اس کی صفات کمال کا علم حاصل ہو جائے' اس کی توحید پر دل ٹھک جائے' جزا و سزا' بعث بعد الموت' حشر نشر اور جنت و دوزخ پر ایک یقین محکم پیدا ہو جائے' نبوت و رسالت اور انزال وحی و کتب کے ضمن میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔ یہ ہے اصل اہمیت کی چیز' یہ ہے کار رسالت کا نقطہ آغاز!

قرآن حکیم کی آیات نے آ کر لوگوں کے ذہنوں سے تمام ملحدانہ خیالات' مشرکانہ عقائد اور اس کائنات اور خود اپنے بارے میں انسان کے قائم کردہ تمام غلط نظریات کو دھو

دیا اور صاف کر دیا۔ اس تطہیر ذہنی و فکری کا اصل ذریعہ ہے تلاوت آیات!

ایک فرد کے معاملے کو ذہن میں رکھ کر آپ اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ایک فرد میں اسلامی انقلاب آ جائے تو ظاہر بات ہے آپ کو سب سے پہلے اس کی سوچ اور اس کے نقطہ نظر کا جائزہ لینا ہوگا اور اس کے فکر کی اصلاح سے کام کا آغاز کرنا ہوگا۔ آپ اگر چھوٹتے ہی اسے کچھ شعائر اسلامی کا احترام کرنے یا نماز روز کی تلقین کریں گے تو یہ ایک غیر حکیمانہ ترتیب ہوگی۔ آپ کو سب سے پہلے یہ جائزہ لینا ہوگا کہ اس شخص کا فکر کیا ہے، اس کی سوچ کیا ہے، آیا وہ اس کائنات کو محض ایک حادثہ سمجھتا ہے اور اس کا یہ خیال ہے کہ یہ نظام از خود چل رہا ہے یا وہ مانتا ہے کہ اس کا کوئی خالق، مالک اور مدبر بھی ہے!! اسی طرح یہ دیکھنا ہوگا کہ آیا وہ اسی دنیوی زندگی کو کل زندگی سمجھتا ہے یا حیات بعد موت کا کوئی تصور اس کے ذہن میں موجود ہے!——— اور آیا وہ صرف عقل اور حواس ہی کو اپنے لئے حصول علم کا ذریعہ اور ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ سمجھتا ہے یا یہ کہ وہ کسی ماوراء عقل یا ماوراء حواس ذریعہ علم (SOURCE OF KNOWLEDGE) کو بھی تسلیم کرنے پر آمادہ ہے؟ اگر آپ کی اس انقلابی کوشش کا آغاز یہاں سے نہیں ہوگا تو سمجھ لیجئے کہ آپ کی کوششیں بار آور نہیں ہوں گی۔ اگر ذہن پر مادہ پرستی، الحاد اور مختلف مشرکانہ اوہام کا تسلط ہے تو سب سے پہلے ان کی تطہیر لازم ٹھہرے گی۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ماحول میں وہ انقلاب برپا فرمایا، اس میں تلاوت آیات کے ذریعے لوگوں کی ذہنی اور فکری تطہیر کے عمل کو مقدم رکھا۔ مادہ پرستی، الحاد اور مشرکانہ اوہام کے زہر سے قلوب و اذہان کو پاک کر کے مثبت طور پر دلوں میں ایمان باللہ، ایمان بالآخرت اور ایمان بالوحی و رسالت کی بنیادیں قائم کیں۔ یہ ہے درحقیقت انقلاب محمدؐ کا نقطہ آغاز۔ یہاں سے بات آگے چلتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آپ دیکھیں گے کہ دعوت و تبلیغ کے بارے میں جتنی اصطلاحات بھی وارد ہوئی ہیں، ان سب کا مبنیٰ، ان سب کا مرکز، ان سب کا محور قرآن مجید خود اپنے آپ کو قرار دیتا ہے۔[1] دعوت و تبلیغ کے ضمن میں "انذار و تبشیر" انبیاء کرام کا ایک بنیادی فریضہ

---

[1] یہ مضمون اس سے قبل کسی قدر اختصار سے "شہادت حق" کے بیان میں بھی آ چکا ہے۔

سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ انذار کے بارے میں فرمایا گیا: "وَاُوحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ" کہ مجھ پر یہ قرآن نازل کیا گیا تاکہ میں تمہیں اس کے ذریعے سے خبردار کر دوں۔ معلوم ہوا کہ انذار کا اصل ذریعہ خود قرآن حکیم ہے۔ اسی طرح تبشیر کے بارے میں فرمایا: "فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا" کہ اے نبیؐ ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہے تاکہ آپ اسی کے ذریعے اہل تقویٰ کو بشارت دیجئے اور اسی کے ذریعے آپ انذار فرمائیے اور خبردار کیجئے جھگڑالو قوم کو۔ گویا انذار ہو یا تبشیر دونوں کا ذریعہ اور مرکز و محور خود قرآن ہے۔ اسی طرح انبیاء کا ایک فریضہ "تذکیر" بھی ہے۔ یعنی یاددہانی کرانا' نصیحت کرنا۔ سورہ قٓ کی آخری آیت میں اس کے بارے میں فرمایا گیا: "فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ○" کہ تذکیر فرمائیے اس قرآن کے ذریعے سے ہر اس شخص کو جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔ اسی طریقے سے فرائض نبوت و رسالت کی تعبیر کے ضمن میں ایک اہم اصطلاح "تبلیغ" کی ہے۔ سورۃ المائدہ میں ارشاد ہوتا ہے: "يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ" کہ اے نبیؐ پہنچا دیجئے' تبلیغ فرمائیے اس کی جو نازل کیا گیا آپ پر' آپ کے رب کی طرف سے۔ الغرض دعوت و تبلیغ کے ضمن میں قرآن حکیم کی جو بھی بنیادی اصطلاحات ہیں مثلاً انذار و تبشیر اور تذکیر و تبلیغ' ان سب کا مرکز و محور خود قرآن ہے۔ چنانچہ سیرت مطہرہ میں بھی ہمیں نظر آتا ہے کہ آپ نے ہر جگہ قرآن ہی کو پیش کیا' اپنی بات کہنے اور اپنی تقریر کرنے سے حتی الامکان احتراز فرمایا۔ بعض لوگوں نے خطبات نبویؐ کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ بہت ہی قلیل تعداد میں خطبات دستیاب ہو سکے ہیں۔ آپ کی گفتگو نہایت جامع اور مختصر ہوتی تھی اور جس جگہ بھی آپ دعوت پہنچانے کے لئے تشریف لے جاتے' قرآنی آیات لوگوں کو پڑھ کر سناتے اور ان کے ذریعے انذار' تبشیر اور تذکیر فرمایا کرتے تھے کہ یہ ایک کلام ہے جو مجھ پر نازل ہوا ہے۔ یہ ایک پیغام ہے جس کو لے کر میں آیا ہوں۔ اسی قرآن کے ذریعے سے آپ نے اپنی دعوت کا آغاز فرمایا۔ تو گویا انقلاب محمدیؐ کا نقطہ آغاز ہے تلاوت آیات اور اس کے ذریعے انذار و تبشیر' تذکیر و نصیحت اور دعوت و تبلیغ!

تزکیہ

"يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ" کے بعد اب آگے چلئے! "وَيُزَكِّيْهِمْ"۔ یہ وہ مرحلہ ہے

جس کے بارے میں بدقسمتی سے ہمارے ہاں سب سے زیادہ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور یہ خیال عام ہے کہ قرآن مجید نے شاید تزکیہ نفس کا کوئی طریقہ ہمیں عطا نہیں فرمایا! بلاشبہ یہ بہت بڑا سوئے ظن ہے۔ اسی طرح بعض لوگوں کے طرز عمل سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس سوئے ظن میں مبتلا ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تزکیہ نفس کا کوئی طریقہ ہمیں عطا نہیں فرمایا۔ میں پھر عرض کروں گا کہ یہ بہت بڑا سوئے ظن ہے قرآن حکیم سے بھی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی۔

تزکئے کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اس مرحلے پر اسے اچھی طرح سمجھنا ضروری ہے ——— پہلی بات یہ نوٹ کیجئے کہ تزکیہ کرنا انسان کا مطلوب ہے اور انسان مجموعہ ہے دو چیزوں کا۔ ایک ہے اس کی فکر اور اس کی سوچ اور دوسری چیز ہے اس کا عمل اور اس کی روش یا اس کا وہ طرز عمل جو وہ زندگی میں اختیار کرتا ہے۔ کچھ انسان ایسے ہوتے ہیں جن کے فکر و عمل میں بعد یا تضاد پایا جاتا ہے۔ ایسے شخص کو آپ ایک مریض شخصیت قرار دیتے ہیں' اسے نارمل انسان نہیں قرار دیا جاتا ورنہ ایک نارمل انسان ایک INTEGRATED WHOLE (اکائی) ہوتا ہے' اس کا عمل اور اس کا رویہ درحقیقت اس کے نظریات' اس کے افکار' اس کی سوچ اور اس کی فکر پر مشتمل ہوتا ہے۔ اگر سوچ غلط ہے' نقطہ نظر غلط ہے' قلوب و اذہان پر اگر غلط نظریات و افکار کا تسلط ہے تو ظاہر بات ہے کہ عمل از خود غلط ہو جائے گا۔ عمل کو درست کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ پہلے سوچ کو درست کیجئے' نقطہ نظر کی اصلاح کیجئے' فکر کو صحیح بنیادوں پر استوار کیجئے' اسے صحیح اساس پر RECONSTRUCT کیجئے اور تب توقع رکھئے کہ اس کا عمل درست ہوگا اور صحیح خطوط پر استوار ہوگا' قرآن مجید کا طریق تزکیہ یہ ہے۔ چنانچہ اس آیت میں تزکئے کا ذکر دراصل "يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ" کے نتیجے کے طور پر آیا ہے کہ آیات الٰہی کے ذریعے سے جب انسان کے فکر کی اصلاح ہو گئی' اس کے نظریات درست ہو گئے' الحاد اور مشرکانہ اوہام کی جڑیں جب انسان کے ذہن اور اس کے قلب سے کٹ گئیں تو گویا اس طریقے سے غلط اعمال' غلط کردار اور غلط عادات کی جڑ بھی کٹ گئی' اس لئے کہ ان کے لئے اب غذا مہیا نہیں ہو رہی۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ غلط اعمال بالکل اس طریقے سے انسانی سیرت سے علیحدہ ہو جائیں گے جس طریقے سے کہ پت جھڑ کے موسم میں پتے درختوں سے گر جاتے ہیں۔ ""(جاری ہے)

دِل پر گناہوں کے اثرات

زیرِ طبع کتاب کے باب اوّل کی فصلِ ثالث

مؤلف: ابوعبدالرحمٰن شبیّر بن نور

انسانی جسم کا اہم ترین جزو دل ہے۔ اگر یہ زندہ ہے تو انسان زندہ ہے اور اگر یہ مر گیا تو انسان بھی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ عین اسی طرح انسان کی اصلاح اور بگاڑ کا دارومدار بھی دل پر ہے۔ اگر دل صحیح ہے تو انسان کا سارا کردار، اس کے اعمال اور اس کی ساری جدّوجہد صحیح راستے کی طرف ہوگی اور اگر دل میں بگاڑ پیدا ہو گیا تو سارے کا سارا انسان اور اس کا کردار بگڑ گیا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِیٍٔ مَانَوٰی . . . . [1]

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اور انسان کو نیت کے مطابق ہی پھل ملے گا . . ."

ایک دُوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ [2]

"یاد رکھو! جسم میں ایک ٹکڑا ہے۔ اگر یہ ٹھیک رہا تو سارا جسم ٹھیک ہے۔ اور اگر یہ بگڑ گیا تو سارا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب کی سب سے پہلی حدیث۔ صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم: انما الاعمال بالنّیات۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب فضل مَن استبرءَ لدینہٖ۔ صحیح مسلم، کتاب المساقات، باب اخذ الحلال وترک الشبہات۔

جسم بگڑ جائے گا۔ توجہ سے سن لو: اس ٹکڑے کا نام ہے دل!

اگر دل میں جذبۂ اطاعت کے ساتھ خلوص و اخلاص ہو، ریاکاری نہ ہو، کوئی دنیوی غرض نہ ہو تو ہر نیک کام باعثِ اجر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر دس گنا سے ستر گنا بلکہ سات سو گنا تک اور اس سے بھی زیادہ بڑھتا رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ۔[1]

"آدم زاد کی ہر نیکی دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ہے۔"

دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک کا فرق خلوص و اخلاص اور صدقِ اطاعت کے تناسب سے ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی اُتار چڑھاؤ آتا رہتا ہو یا اللہ تعالیٰ کے ہاں عطاء و عنایت کی تقسیم غیر منصفانہ بنیاد پر ہو۔ نیز اگر نیک کام کرتے وقت کوئی دنیوی لالچ، دکھلاوا، یا شہرت و ناموری کا خیال آجائے تو نہ صرف بڑی سے بڑی نیکی ضائع ہو جاتی ہے بلکہ روزِ قیامت اُلٹے وبالِ جان بن جائے گی۔

(تفصیلات "شرکِ اصغر" کے بیان میں دیکھ سکتے ہیں۔)

اللہ تعالیٰ نے اُخروی نجات کے لیے سب سے اہم شرط دل کی پاکیزگی کو قرار دیا ہے، فرمایا:

يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝[2]

"اُس دن نہ مال کوئی فائدہ دے گا اور نہ اولاد۔ بجز اس کے کہ کوئی شخص قلبِ سلیم لیے ہوئے اللہ کے حضور پیش ہو۔"

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام۔

[2] سورۃ الشعراء، آیت ۸۸-۸۹۔

جب انسان کی اصلاح یا بگاڑ، اعمالِ صالحہ کے قبول یا عدمِ قبول، اور اُخروی نجات یا عذاب کا معاملہ اصلاً دِل پر منحصر ہے تو سب سے پہلے دیکھا جانا چاہیے کہ بُرے کاموں کا انسان کے دِل پر کیا اثر ہوتا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ بُرے کام انسان کی اصلاح یا بگاڑ اور اُخروی حساب پر کس قدر اثر انداز ہوتے ہیں۔

۱۔ ہر مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور محبّت موجود ہوتی ہے۔ البتہ گناہ کرنے سے یہ عظمت و محبّت رفتہ رفتہ ختم ہوتی چلی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ اللہ کا خوف بھی انسان کے دل میں رہے اور پھر وہ گناہ بھی کرے۔

۲۔ کبھی کبھار گناہ کرنے کی شکل میں انسان کے دل میں ندامت و شرمندگی اور حیا کا خفیہ جذبہ بیدار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہ غلطی کر کے چھپاتا بھی ہے۔ بالآخر اسے توبہ کی توفیق مل جاتی ہے۔ لیکن مستقل گناہوں کا عادی اِن پاکیزہ جذبات سے بالکل خالی ہوتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ گناہ کرنے کے باوجود اسے نہ کوئی ندامت ہوتی ہے اور نہ شرمندگی، بلکہ اُلٹا وہ اس پر فخر محسوس کرنے لگتا ہے اور محفلوں میں اس کا چرچا کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ اُمَّتِيْ مُعَافًى اِلَّا الْمُجَاهِرُوْنَ وَاِنَّ مِنَ الْاِجْهَارِ اَنْ يَعْمَلَ الْعَبْدُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ رَبُّهُ فَيَقُوْلُ: يَا فُلَانُ قَدْ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا۔[۱]

"میری اُمّت کے ہر فرد کو عافیت مِل جائے گی، سوائے اعلانیہ گناہ کرنے والے کے، اور علی الاعلان گناہ کرنے کی ایک شکل یہ ہے کہ کوئی انسان رات کی تاریکی میں کوئی کام کرے۔ پھر اس حالت میں صبح کرے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کی پردہ پوشی کر رکھی ہو۔ لیکن از خود کہے کہ اے فلاں!

---

[۱] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ستر المومن علیٰ نفسہٖ۔ صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب النہی عن ہتک الانسان ستر نفسہٖ۔

آج رات میں نے فلاں فلاں کام کیے۔"

۳۔ مسلسل گناہ کرنا اور کرتے ہی رہنا دل میں ٹیڑھ اور کجی پیدا کر دیتا ہے۔ اس ٹیڑھ اور کجی سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ گوشت پوست کا ٹکڑا جو انسان کے اندر ہر دم حرکت میں رہتا ہے اس میں کوئی مادی خرابی آجاتی ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کی سوچ، سمجھ اور اس کی توجّہ کا رُخ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَمَّا زَاغُوا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ ○ [1]

"پھر جب انہوں نے ٹیڑھ اختیار کی تو اللہ نے بھی اُن کے دِل ٹیڑھے کر دیئے، اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا، وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا، وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○ [2]

"اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنّم ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ ان کے پاس دل ہیں، مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ اُن کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں۔ ان کے پاس کان ہیں، مگر وہ اُن سے سُنتے نہیں۔ وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے ہوتے ہیں۔"

۴۔ محض لفظوں کو پڑھ لینے یا اُن کا مفہوم سمجھ لینے کا نام علم نہیں ہے، بلکہ علمِ صحیح کی پہچان یہ ہے کہ وہ انسان کو حقیقت کی راہ دکھائے اور گمراہیوں سے بچانے کا ذریعہ بنے۔ گناہوں کا رسیا

---

[1] سورت الصّف، آیت ۵۔ [2] سورت الاعراف، آیت ۱۷۹۔

انسان خواہ کتنے ہی لفظ پڑھ لیتا ہو اور اس کے معانی میں کتنے ہی لطیف اور باریک نکتے بیان یا ایجاد کر سکتا ہو، وہ علم کی برکت اور اس کے نور سے ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حصولِ علم کے لیے تقویٰ کی شرط لگائی ہے۔ فرمایا:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ [1]

"اور اللہ سے ڈرتے رہو! اللہ تعالیٰ تم کو حقائق کا علم دیتا رہے گا۔"

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حصولِ علم کے لیے آئے۔ حضرت امام شافعیؒ کا حافظہ اور سوجھ بوجھ دیکھ کر امام مالکؒ کو بہت خوشی ہوئی۔ انہوں نے حضرت امام شافعیؒ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل کو منوّر کیا ہوا ہے۔ گناہوں کی تاریکی میں پڑ کر اس نور کو ضائع نہ کر لینا۔"[2]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل دو شعر تو ہر طالبِ حق اور طالبِ علم کو ہمیشہ یاد رہنے چاہئیں:

شَكَوْتُ اِلٰى وَكِيعٍ سُوْءَ حِفْظِي فَاَرْشَدَنِي اِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِي
وَاَخْبَرَنِي بِاَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ وَنُوْرُ اللّٰهِ لَا يُهْدٰى لِعَاصِي [3]

"میں نے اپنے استاد وکیعؒ سے حافظہ کے کمزور ہونے کی شکایت کی۔ انہوں نے مجھے گناہ چھوڑ دینے کی ہدایت کی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ علم اللہ کا نور ہے ــــ اور اللہ کا نور غلط کار لوگوں کو عطا نہیں کیا جاتا۔"

۵۔ ظاہر بین انسان سمجھتا ہے کہ سکون اور آرام مال و دولت اور آسائشِ دنیا میں ہے۔ حالانکہ اصل سکون اور چین صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی اطاعت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا

---

[1] سورۃ البقرۃ، آیت ۲۸۲

[2] الجواب الکافی، صہ ۵۶ تالیف امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ

[3] دیوان الامام الشافعی، ص ۷۱ - دار الکتب بیروت

فرمان ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○[1]

"آگاہ رہو کہ اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو سکون نصیب ہوتا ہے۔"

احکامِ الٰہی سے منہ موڑنے والے آدمی کو یہ سکھ چین کبھی نصیب نہیں ہو سکتا، خواہ وہ کروڑپتی ہو جائے یا دنیا کی کتنی ہی نعمتیں اس کے پاس مہیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ○[2]

"اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی۔ اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔"

۶۔ گناہوں اور بدکاریوں میں مستقل ملوث رہنے کی وجہ سے انسان کے دل سے گناہ کا احساس اور اس کی کراہیت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَاَنَّهٗ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ اَنْ
يَقَعَ عَلَيْهِ وَاِنَّ الْفَاجِرَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلٰى اَنْفِهٖ
فَقَالَ بِهٖ هٰكَذَا۔[3]

"مومن اپنے گناہوں کو اس انداز سے دیکھ رہا ہوتا ہے گویا کہ وہ کسی پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور اسے اندیشہ ہے کہ یہ پہاڑ اس کے اوپر گر نہ جائے۔ اور فاسق و فاجر آدمی کے نزدیک گناہوں کا معاملہ ایسے ہے جیسے کوئی مکھی اس کی ناک پر بیٹھی اور اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اڑا دیا۔"

۷۔ ایمانِ کامل کا تقاضا ہے کہ انسان نہ صرف خود برائیوں سے دُور رہے بلکہ دوسروں کو بھی

---

[1] سورت الرعد، آیت ۲۸۔ [2] سورت طٰہٰ، آیت ۱۲۴۔
[3] صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب التوبۃ۔

حسبِ توفیق برائیوں سے روکتا رہے۔ اور اگر روک نہیں سکتا تو کم از کم اسے دِل میں بُرا ضرور سمجھے اور یہ ایمان کا کم از کم تقاضا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ۔[1]

"تم میں سے جو کوئی بُرائی دیکھے وہ اسے بزورِ بازو بدل دے۔ اگر ایسا نہیں کر سکتا تو زبان سے اس کے خلاف جہاد کرے، اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو کم از کم دل میں ہی اسے بُرا کہے۔ اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو آدمی ہاتھ سے بُرائی کے خلاف جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو زبان سے بُرائی کے خلاف جہاد کرے وہ بھی مومن ہے۔ اور جو دل سے بُرائی کو بُرا سمجھے وہ بھی مومن ہے ـــــ اور اس کے بعد رائی کے دانے جتنا بھی ایمان باقی نہیں رہتا۔[2] معلوم ہوا کم از کم ایمان بلکہ ایمان کا آخری حصہ بُرائی سے نفرت ہے۔ اگر کوئی بُرائی سے نفرت کی بجائے اُلٹا محبت شروع کر دے تو اس کے پلے ایمان کا کوئی حصہ باقی نہیں بچتا اور اس کے دل پر کفر کی مہر لگا دی جاتی ہے، خواہ وہ کسی بڑے سے بڑے مسلمان گھرانے کا فرد ہو اور اس کا نام بھی عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہی کیوں نہ ہو۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ ذَنْبًا كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ، فَإِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهُ، فَإِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰى تَعْلُوَ قَلْبَهُ، فَذٰلِكَ "الرَّانُ" الَّذِي قَالَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوبِهِمْ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر۔ سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر۔ سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی تغییر المنکر بالید۔

[2] صحیح مسلم حوالہ سابقہ۔

مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ [1] (سورت المطفّفین، آیت ۱۴)

"جب مومن کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ اگر توبہ و استغفار کر لے اور گناہ سے باز آ جائے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے۔ اگر گناہوں میں آگے بڑھتا گیا تو یہ سیلہ دھبہ بھی بڑھتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے سارے دل کو کالا کر دیتا ہے۔ اور یہی وہ "رَانَ" (زنگ اور میل کچیل) ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے (سورت المطفّفین آیت ۱۴ میں) تذکرہ کیا ہے:

"ہرگز نہیں، بلکہ اِن لوگوں کے دلوں پر اُن کے بُرے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔"

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ اور احادیثِ مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوا کہ انسان کا دل صاف ستھرے کپڑے کی طرح سفید ہے، جوں جوں انسان گناہ کرتا چلا جاتا ہے اس پر دھبے پڑتے چلے جاتے ہیں۔ اس دوران انسان مختلف مراحل سے گزرتا چلا جاتا ہے۔ چھ مراحل کا ہم نے تذکرہ کیا ہے اور بالآخر ساتویں مرحلے پر اس کے دل پر مستقل زنگ چڑھ جاتا ہے اور وہ کلیۃً سیاہ ہو جاتا ہے۔

امام ابن جریر طبریؒ، امام ابن کثیر رحمہما اللہ اور دیگر ائمہ تفسیر کی رائے ہے کہ جب اس کے سارے دل پر زنگ چڑھ جائے اور وہ مکمل طور پر گناہوں کی پاداش میں سیاہ ہو جائے تو وہ مرحلہ آ جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ [2]

"اللہ نے اُن کے دلوں اور اُن کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور اُن کی نگاہوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔"

تو معلوم ہوا کہ گناہوں کا اثر دل پر ایک نکتے سے شروع ہوتا ہے اور بالآخر سارے دل کو کالا کر کے چھوڑتا ہے۔ انجام کار اس دل پر اللہ کی طرف سے مہر لگا دی جاتی ہے اور وہ مستقل ہدایتِ ربانی سے محروم ہو جاتا ہے

اعاذنا اللہ بفضلہ وکرمہ من ذٰلک

---

[1] مسند امام احمد، ج ۲، ص ۲۹۷، حدیث ۷۹۳۹، تحقیق شاکر طبع دار المعارف۔ سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ۳ من سورۃ ویل للمطفّفین۔ المستدرک للحاکم، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ مطفّفین ۲/۵۱۷۔ امام حاکم، امام ذہبی اور امام ترمذی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ استاذ شاکر نے تائید کی ہے۔ [2] سورت البقرہ، آیت ۷۔

”ترے قرآن کو سینوں میں بسایا ہم نے“

کراچی میں امیر تنظیم اسلامی کے دورۂ ترجمہ قرآن کی رپورٹ

مرتب: رحیم کاشفی

الحمدللہ امسال رمضان المبارک کی راتوں کو تفہیم قرآن کے ذریعے مزین کرنے کی سعادت اہل کراچی کے حصے میں آئی جس کا سلسلہ امیر تنظیم اسلامی' داعی الی القرآن' محترم اسرار احمد مدظلہ' نے ۱۹۸۴ء میں شروع کیا تھا۔ جس میں ہر چار رکعت تراویح سے قبل ان میں تلاوت کی جانے والی آیات قرآنیہ کا سلیس ترجمہ اور مختصر تفسیر بیان کی جاتی ہے۔ اس معمول کا عنوان ”دورۂ ترجمہ قرآن“ ہے۔

امسال دورہ ترجمہ قرآن کی مبارک محافل کے لئے قرآن اکیڈمی کراچی کو منتخب کیا گیا تھا جو انجمن خدام القرآن سندھ کا ایک عظیم اور اہم پروجیکٹ ہے اور ابھی زیر تکمیل ہی ہے۔ بحیرہ عرب سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلہ پر درخشاں سوسائٹی کلفٹن میں واقع قرآن اکیڈمی کا فرش سمندر کے تقریباً ہم سطح ہی ہے۔ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کی کوکھ سے جنم لینے والی اس انجمن کے بھی وہی اغراض و مقاصد ہیں' یعنی ○ عربی زبان کی تعلیم و ترویج ○ قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق ○ علوم قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت ○ ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلیم و تعلم قرآن کو مقصد زندگی بنا لیں اور ○ ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآن حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کر سکے۔

قرآن امت مسلمہ کے عروج و زوال کی بنیاد ہے اور موجودہ دور میں مسلمانوں کا اس سے تعلق محتاج بیان نہیں' ۔ ”وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر' اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر“۔ امت عقیدت کے عقدہ میں ہی الجھ کر رہ گئی۔ کتاب اللہ پر ریشمی جزدان چڑھا کر الماریوں کی زینت بنایا جاتا ہے۔ سونے کی تاروں سے خطاطی کی جاتی ہے اور اس کا بیشتر مصرف قسموں میں اٹھانا یا جہیز میں دینے کے علاوہ دلہن کے سر پر اس سے سایہ کر دینا ہے۔ اس کی تعلیم بھی محض طوطا مینا کی طرح رٹا دینے تک محدود ہے۔ بالعموم پڑھنے والے کو یہ معلوم

نہیں ہوتا کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے اور نہ سننے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ کیا پڑھا جا رہا ہے' بس ایک رسم ہے جو ادا کی جاتی ہے۔ ضرورت ہے کہ قرآن حکیم کے اسرار و رموز' فکر' فلسفہ اور حکمت کو اعلیٰ ترین سطح پر پیش کرنے کے علاوہ عوامی سطح پر "عوامی درسِ قرآن" کی صورت میں قرآن کے معانی و مفاہیم کو عام کیا جائے تاکہ رجوع الی القرآن کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے۔ ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ اسی کے داعی ہیں اور اپنی زندگی کا بڑا حصہ اسی میں کھپا چکے ہیں اور تاحال یہ سلسلہ اللہ کے فضل سے جاری ہے۔

رمضان المبارک رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے جس کے دوران مسلمانوں میں نہ صرف نیکیوں کا رجحان عام دنوں کے مقابلے میں بڑھ جاتا ہے بلکہ دلوں میں نرمی و گداز پیدا ہونے کے علاوہ جذبہ عمل بھی متحرک ہو جاتا ہے اور قرآن کے پیغام کو عام کرنے کا یہی بہترین موقع ہوتا ہے۔ یہ نزول قرآن کا مہینہ اور روح ربانی کو سرسبز و شاداب کرنے کا سنہری موقع ہے۔ داعی الی القرآن نے اسی مناسبت سے "قیام اللیل بالقرآن" کا تعارف "دورۂ ترجمہ قرآن" کے ذریعے کرایا یعنی راتیں قرآن کے ساتھ بسر کی جائیں۔ اسی کا پڑھنا پڑھانا ہو' اسی کا سمجھنا سمجھانا ہو۔ تعلیم و تعلّمِ قرآن ہو تاکہ تراویح میں تلاوت کی جانے والی آیات اپنے مفہوم کے ساتھ سامعین کے قلوب میں اترتی چلی جائیں۔ اور ان پر انذار و تبشیر' جزا و سزا' انعام و ثواب' عذاب و رسوائی' ایمان و یقین' اعمال صالحہ' دعوت حق' صبر و مصابرت' تذکیر بایام اللہ' تذکیر بآلاء اللہ' انباء الرسل اور قصص الرسل کے مضامین براہ راست آشکارا ہوں۔ ؎

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو

دراصل یہ امت مرحومہ کا رشتہ قرآن سے از سرنو استوار کرنے کی ایک کوشش ہے۔

خَیرُکُم مَن تَعَلَّمَ القُراٰنَ وَعَلَّمَہ (الحدیث)

۱۹۸۴ء میں قرآن اکیڈمی لاہور سے شروع ہونے والا امیر تنظیم اسلامی' محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا یہ سلسلہ دورہ ترجمہ قرآن بیرون ملک بھی اپنی بہاریں دکھاتا ہوا تائیدِ ایزدی سے دوسری مرتبہ کراچی کی فضاؤں کو مہکانے کے لئے اور دلوں کی کھیتیوں کو سیراب کرنے کے لئے ساحل سمندر پر خیمہ زن ہوا۔ مجھے یقین ہے کہ بحیرہ عرب سے اٹھنے والی بوجھل ہواؤں میں کلام ربانی کا آہنگ یقیناً شامل ہو کر کراچی کی بسیط فضاؤں میں پھیلا ہوگا۔ اور قطروں کی صورت میں بادل بن کر پہاڑوں' جنگلوں' شہروں' بیابانوں میں برس کر رحمت خداوندی کی شکل

میں ضرور ظاہر ہوا ہوگا۔

کاش سطح سمندر سے ابھرنے والی یہ بانگِ درا مردہ دلوں میں اسی طرح حرارت پیدا کرنے کا سبب بن جائے جس طرح بارش کے بعد مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ دورہ ترجمہ قرآن کے ضمن میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس سے قبل یہ پروگرام دو مرتبہ رمضان المبارک میں محدود پیمانے پر رفقائے تنظیم اسلامی نے ترتیب دیا تھا جس میں ترجمہ کی سعادت حافظ محمد رفیق صاحب (لاہور) اور انجینئر نوید احمد صاحب (کراچی) نے حاصل کی تھی۔ گویا اس طرح اب یہ چوتھی بہار تھی جو اہل کراچی کے حصے میں آئی۔

اس دفعہ استقبال رمضان کی مجلس ۱۶ مارچ کو قرآن اکیڈمی میں ہی منعقد کی گئی اور رمضان کا چاند نظر آ جانے کی وجہ سے دعائے امن و امان اور سلامتی و اسلام کے بعد ۱۷ مارچ کی شب، بار بار پڑھی جانے والی "سبع مثانی" یعنی سورہ فاتحہ کی تفسیر سے دورہ ترجمہ قرآن کا آغاز کیا گیا۔ اس طویل نشست میں صرف اسی سورہ مبارکہ کے بیان پر اکتفا کیا گیا، بعد ازیں ۱۸ مارچ تا ۱۳ اپریل یعنی ۲۶ راتوں میں حسب توفیق تھوڑا تھوڑا تسلسل کے ساتھ سورۂ بقرہ تا سورۃ الناس کا ترجمہ و تفسیر مکمل کیا گیا۔ الحمدللہ جس میں اوسطاً ۲۰۰ تا ۳۵۰ مرد و خواتین ذوق و شوق سے شریک ہوتے رہے۔ خواتین کے لئے علیحدہ باپردہ انتظام تھا۔

قرآن اکیڈمی کراچی شہر کے گنجان علاقوں سے بہت دور ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی کے نسبتاً کم آباد حصے میں واقع ہے لیکن شرکاء کی ہمت قابل داد ہے کہ ان کی اکثریت رات کے آخری پہر انتہائی قلیل وقت میں سحری کے لئے اپنے گھروں کو واپس جاتی تھی۔ شب جمعہ کو شرکاء کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہو جاتا اور چائے کے وقفہ کے دوران فی الواقع جنگل میں منگل کا سماں ہوتا تھا۔ ۲۷ویں شب کو ختم قرآن کے موقع پر تو چھت پہ بھی دریاں اور شامیانے لگا کر شرکاء کے لئے خصوصی اہتمام کیا گیا تھا۔ عشاء کی جماعت کا وقت ابتداء ساڑھے نو بجے تھا جسے بعد ازیں نو بجے کر دیا گیا تاکہ واپسی میں کچھ سہولت پیدا ہو جائے۔ شب بھر قرآن کا ہی چرچا رہتا اور نورِ ہدایت کے پروانے وہیں موجود رہتے تھے اور سمندر کا تلاطم قرآن کے اس شیدائی کی آواز کے مدوجزر میں دبا رہتا کہ جس کا نام آتے ہی ذہن درس و تدریس قرآن کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ ؎

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

جب بھی وقفہ ہوتا، اتھاہ گہرائیوں والا سمندر اپنے وجود کا احساس اپنی خاص طرزِ فغاں سے کراتا جیسے کہ وہ بھی اپنے کنارے لہروں کے آہنگ میں بلند ہونے والی اس ملکوتی صدا سے متاثر

ہو چکا ہو' لیکن قرآن کی گہرائی بے پناہ ہے۔ "یہ ملکوتی صدا اس کتاب ہدایت کی ہے جس سے علماء کبھی سیر نہ ہو سکیں گے' نہ کثرت و تکرار تلاوت سے اس کے لطف میں کوئی کمی آئے گی اور نہ ہی اس کے عجائبات کا خزانہ کبھی ختم ہو سکے گا"۔ (حدیث نبویؐ)

دوسری طرف سامعین نہایت سکون و سکوت' توجہ اور جذبۂ احترام و تقدس کے ساتھ ربِّ کائنات کے آخری پیغام کو روح میں جذب ہوتا ہوا محسوس کرتے۔ حضورؐ کے ارشاد کے مطابق دوران تعلیم و تعلیم قرآن فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جو قرآن کی اس محفل کو گھیرے میں لئے رہتے ہیں۔

رات کی پرسکون ساعتوں میں قرآن سے مستفیض ہونے کے ساتھ ساتھ دن کے روشن اوقات میں اقامت گزیں شرکاء کے لئے' جن میں کراچی سے باہر کے افراد بھی شامل تھے' ایک تربیتی پروگرام بھی ترتیب دیا گیا تھا جسے اقامتی تربیت گاہ کا نام دیا گیا۔ درس و تدریس کا یہ پروگرام ایک ایک گھنٹہ دورانیہ کی تین نشستوں پر مشتمل تھا جس میں عربی قواعد' درس قرآن کی مہارت اور قرآنی تعلیمات کی وضاحت کے لئے سوال و جواب کے پیریڈز رکھے گئے تھے۔ البتہ شام کو بعد نماز عصر بھی ایک پیریڈ قرب و جوار میں رہائش پذیر ان حضرات کے لئے تھا جو کہ عربی قواعد سیکھنا چاہتے تھے۔

صبح کے اوقات میں پہلا گھنٹہ عربی کی تعلیم کا تھا جس میں تدریسی فرائض جناب عبداللہ جاوید صاحب نے انجام دیئے۔ موصوف امریکہ سے ایم ایس کر کے آئے ہیں اور قرآن کی تلوار سے ایسے گھائل ہوئے کہ اولاً قرآن اکیڈمی لاہور سے ایک سالہ نصاب کی تکمیل کی بعدہ فلسفہ میں ایم اے کیا اور اب قرآن اکیڈمی کراچی میں تعلیم و تعلم قرآن سے وابستگی کا مصمم ارادہ رکھتے ہیں۔ اللھم زِد فزِد۔ دوسرا پیریڈ درس قرآن کا ہوتا تھا۔ تدریس کے فرائض اسد الرحمٰن فاروقی صاحب ادا کرتے تھے۔ اسد صاحب کیمیکل انجینئر ہیں اور ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے ان شاگردوں میں سے ہیں جن کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کو اطمینان ہے کہ وہ ان کے قرآنی فکر سے پوری طرح واقف ہیں اور اسے باحسن وجوہ بیان بھی کر سکتے ہیں۔ اسد صاحب اپنی تدریسی صلاحیتوں کو پوری طرح بروئے کار لائے اور شرکاء کو درس قرآن کے اسلوب سے آگاہ کیا۔ تدریسی اوقات کا تیسرا گھنٹہ داعی الی القرآن اسرار احمد مدظلہ کے ساتھ سوال و جواب کی نشست پر مشتمل ہوتا تھا جس میں قرآن کی حکمتیں اور نکھر کر سامنے آتی تھیں۔ اس تربیت گاہ میں اقامتی شرکاء بعد نماز فجر تقریباً اڑھائی تین گھنٹے نیند کرنے کے بعد شریک ہوتے تھے۔ اسی طرح شام کے اوقات میں عربی قواعد کی کلاس میں اسد الرحمٰن صاحب مدرس ہوتے

تھے' اس کلاس میں تعداد سے زیادہ ذوق و شوق مشاہدہ میں آیا۔ امید ہے آئندہ مستقل کلاسوں میں یہ شرکاء بھرپور شرکت کر کے اپنی علمی پیاس بجھا سکیں گے۔ ان شاء اللہ۔

دوران رمضان المبارک ۲۷ اور ۲۹ مارچ اور پھر ۵ اور ۱۲ اپریل جمعہ کے ایام تھے۔ جمعہ کی نماز کے لئے خصوصی اہتمام کیا جاتا رہا جس میں حاضری توقع سے کہیں زیادہ رہی۔ الحمدللہ خطابات جمعہ میں بھی رجوع الی القرآن ہی کی بنیادی فکر کے حوالے سے چاروں خطاب ہوئے۔ امیر تنظیم اسلامی نے اپنے مخصوص متاثر کن خطیبانہ انداز میں ہر دفعہ سامعین کے دلوں کو گرمایا۔ انہوں نے دعوتِ ایمانی' حقیقتِ ایمان' توبہ کی ضرورت و اہمیت' عبادت رب' شہادت علی الناس' نہی عن المنکر' اقامت و غلبۂ دین کی جدوجہد کے نکات پر مشتمل خطابات میں حقِ نصح و خیر خواہی ادا کرنے کی امکانی حد تک کوشش کی۔ ساری رات تدریس و تبلیغ کا مشقت طلب فریضہ انجام دینے کے بعد جمعہ کے خطابات کی ذمہ داری نبھانا بلاشبہ طبیعت کو بگڑنے سے بچانے کے لئے امیر محترم کو سریع الاثر ادویات کا مسلسل اور بکثرت استعمال کرنا پڑا۔ تاہم یہ سارا کام محض اللہ ربّ العزت کی توفیق خاص سے ہی پایہ تکمیل کو پہنچا۔ الحمدللہ والمنہ۔

اس پورے کام کو منظم و مربوط رکھنے کے لئے بے لوث اور ہمہ وقت کارکنان کی محنت و مشقت سے کسی طور بھی صرف نظر نہیں کیا جا سکتا' سارا انتظام و انصرام ایسے افراد کے ہاتھوں میں تھا جو ہمیشہ گمنامی میں ہی نام کماتے ہیں' داد و تحسین سے بے نیاز ان افراد کا اجر اللہ کے ہاں ثبت ہے ان شاء اللہ۔ ان میں تنظیم اسلامی کے رفقاء کے علاوہ ایسے حضرات بھی پیش پیش تھے اور بڑھ چڑھ کر تندہی سے حصہ لیتے رہے جو اس وقت تک امیر تنظیم اسلامی کے ہاتھ پر بیعتِ سمع و طاعت فی المعروف کر کے تنظیم میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ پروگرام کے ابتداء میں بڑی دشواریاں تھیں' ہر شے بے ترتیب تھی' اکیڈمی بھی زیر تعمیر تھی اور اب بھی ہے' چنانچہ بیت الخلاء اور غسل خانوں کا معاملہ بھی نیم پختہ تھا۔ افطاری و سحری کی ترسیل و تقسیم' اقامت گاہوں کی دیکھ بھال' خواتین کے لئے پردہ کا انتظام' لاؤڈ اسپیکرز کا نظام' پارکنگ کے مسائل' سکیورٹی کے انتظامات' فراہمیٔ آب' صحت و صفائی اور فرسٹ ایڈ' مکتبہ کی ذمہ داری' چائے کا اہتمام وغیرہ جیسے معاملات کے سرسری جائزہ سے ہی کارکنوں کی حوصلہ مندی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شہر سے کوسوں دور پیش آمدہ مشکلات و مصائب میں انہوں نے اپنے ناخنِ تدبیر سے کیونکر قابو پایا ہوگا۔ معاملہ صرف دنیا داری کا ہوتا تو ہر شریک کار بلاشبہ تعریفی اسناد کا حقدار تھا۔ گو کہ اقامت دین کے مجاہدوں کا مطلوب و مقصود رضائے الٰہی ہے تاہم ان کی سعی و جہد کی داد نہ دینا بھی حق تلفی شمار ہوگا۔ یہاں ہر معاملہ کی تفصیلات درج کرنا تو ممکن نہیں لیکن بطور

نمونہ مشتے از خروارے صرف فراہمی آب کے مسئلے کو لے لیجئے جس کی مثال ۔ سمندر سے ملے پیاسے کو قطرہ' کے مصداق بلکہ اس سے بھی دگرگوں تھی کہ فرلانگ بھر فاصلے پر ٹھاٹھیں مارتے سمندر کا پانی اپنے ذائقے و کثافت کی وجہ سے قطعاً ناقابل استعمال ہے۔ جبکہ قرآن اکیڈمی کو کوئی واٹر کنکشن حاصل نہ تھا۔ پانی کی فراہمی واٹر ٹینکرز کے ذریعے کی جاتی رہی جو کہ کافی مہنگا سودا ہے۔ ذرا سی عدم توجہی سے سب ہی کو زحمت اٹھانا پڑتی تھی لیکن ہمت مرداں مدد خدا' رفتہ رفتہ تمام مشکلات و موانع پر کسی قدر قابو پالیا گیا۔

کتب و کیسٹس کی فروخت کے لئے ایک کمرہ میں مکتبہ لگایا گیا تھا جس سے شرکاء حسب ذوق و استطاعت استفادہ کرتے رہے' مکتبہ سے ملحق کمرہ امیر محترم کے لئے مخصوص تھا جہاں خواہشمند حضرات ان سے ملاقات کرسکتے تھے۔ البتہ ان کی رہائش کا بندوبست قرآن اکیڈمی سے کچھ فاصلہ پر واقع ایک کرایہ کے فلیٹ میں تھا جہاں وہ اپنی اہلیہ محترمہ کے علاوہ ایک بیٹے اور بیٹی کے ساتھ قیام پذیر رہے۔

شرکاء کے تاثرات حاصل کرنے کے لئے چھپا ہوا ایک فارم بھی دستیاب تھا جس پر شرکاء کی ایک تعداد نے اپنے تاثرات کو قلمبند کیا اور اپنی تجاویز اور مشوروں سے بھی نوازا۔

اسی دوران رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو تنظیم اسلامی کے ایک رفیق محترم راؤ معظم علی صاحب کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ راؤ صاحب ابتدا ہی سے انتظامی معاملات میں انتہائی جوش و خروش سے حصہ لیتے رہے۔ آخری عشرہ میں معتکف بھی رہے۔ والد صاحب کی رحلت کی خبر سن کر انہیں مجبوراً حالت اعتکاف سے نکلنا پڑا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ جل شانہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حسب دستور ختم قرآن ۲۷ر رمضان المبارک کو ہی ہوا لیکن ۲۸ر رمضان المبارک کی شب میں شرکاء کے لئے سوال و جواب کی خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں داعی الی القرآن نے اپنے تاثرات کا بھی اظہار فرمایا اور اسی کے ساتھ ۲۸ روزہ قرآنی تربیت گاہ اختتام پذیر ہوئی۔ لیکن جہاں لوگ ایک طرف معانی و مطالب اور مفاہیم قرآنی سے روشناس ہوئے' وہاں ان کی مسئولیت میں بھی اضافہ ہوگیا۔

> "اے اہل قرآن' قرآن کو تکیہ نہ بنا لو بلکہ رات اور دن کے اوقات میں اس کی تلاوت کیا کرو جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے اور اس کی نشرو اشاعت کرو اور اسے خوش الحانی سے پڑھا کرو اور اس میں غور و فکر کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ"۔
> (حدیث)

طلب ہدایت کی کوشش

ایک اشکال اور اس کا ازالہ

مرسلہ: اقبال حسین، امیر تنظیم اسلامی، فیروزوالہ

بسا اوقات بعض معمولی باتیں پہاڑ بن جاتی ہیں یا سمجھ لی جاتی ہیں۔ اور بعض اوقات الفاظ کے چکر میں پھنس کر انسان نہ جانے کتنی مایوسی، گمراہی اور بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی معاملہ کچھ عرصہ پہلے تنظیم اسلامی کے ایک رفیق محترم ملک سرفراز حسین صاحب کے ساتھ پیش آیا۔ اگرچہ ملک صاحب کو تنظیم اسلامی کے فکر اور فلسفۂ انقلاب اور اس کے مراحل اور طریقہ کار میں کوئی اختلاف نہیں، لیکن برا ہو شیطان کا کہ جس کے وسوسوں سے انسانوں کے دل ٹیڑھے ہو جاتے ہیں اور دلوں میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ اس نے ملک صاحب کو امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے کتابچے "عظمتِ صوم" میں استعمال ہونے والے بعض الفاظ کے ضمن میں وساوس میں مبتلا کر دیا۔ اور ملک صاحب ایک عرصہ تک اس کشمکش اور بے چینی میں مبتلا رہے کہ کسی نہ کسی طور ان کے اشکال کا ازالہ ہو جائے۔

"عظمتِ صوم" میں امیر محترم نے روح اور جسم کی تقسیم کے ضمن میں ایک مقولہ: "كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ"۔ (ہر چیز اپنی اصل کی جانب لوٹتی ہے) کا حوالہ دے کر فرمایا ہے کہ جسم چونکہ خاکی الاصل ہے، اس لئے اس کا رجوع زیادہ تر زمین ہی کی جانب ہوتا ہے۔ اور روح نوری الاصل ہونے کے باعث عالمِ بالا کی جانب مائل و متوجّہ ہوتی ہے۔ اُس بحث سے ملک صاحب کو یہ مغالطہ لاحق ہو گیا کہ انسانی جسم اور روح کے بارے میں امیر محترم کا تصوّر یہ ہے کہ جسمِ انسانی جو زمین سے بنا ہے اور اس کی خوراک بھی زمین ہی سے حاصل ہوتی ہے، آخرکار یہ زمین میں ہی مل کر اس کا حصہ بن جاتا ہے، جبکہ روح اللہ کی جانب لوٹتی ہے اور اس میں ضم ہو جاتی ہے ... اور یہ نظریہ "شرک" ہے۔ اسی ضمن میں ملک صاحب کو دوسرا اشکال یہ لاحق ہوا کہ ڈاکٹر صاحب نے روح کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ "امرِ ربی" بھی ہے اور "جلوۂ ربانی" بھی۔ ان کا خیال تھا کہ روح کو

"جلوۂ ربانی" کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ روح اللہ کی ذات کا جزو ہے۔ لہٰذا یہ بات بھی سراسر شرک ہے۔ دوسری طرف اس کے برعکس ملک صاحب یہ رائے بھی رکھتے ہیں کہ "حقیقت و اقسام شرک" کے ضمن میں امیر محترم نے متعدد بار بڑی تفصیل اور باریک بینی سے گفتگو فرمائی ہے اور شرک کے تمام ممکنہ پہلو بڑی وضاحت سے بیان کئے ہیں۔

تاہم طے یہ ہوا کہ اس سلسلے میں امیر محترم سے ملاقات کر کے اس اشکال کو رفع کیا جائے۔ چنانچہ امیر محترم کے معتمد ذاتی سے رابطہ کر کے ملاقات کا وقت طے کیا گیا اور اس کے مطابق راقم الحروف اور ملک صاحب قرآن اکیڈمی پہنچ گئے۔ نماز عصر سے فارغ ہو کر امیر محترم سے ملاقات ہوئی۔ ملک صاحب نے اپنا اشکال امیر محترم کے سامنے رکھا۔ امیر محترم نے بڑے اطمینان کے ساتھ ان کی بات سنی اور پھر مومنانہ فراست کے ساتھ ان کے اشکال کو صرف دو منٹ میں رفع کر دیا۔ جواب سن کر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے وہ الفاظ یاد آ گئے جس میں آپ نے "فراستہ المؤمن" کا ذکر کیا ہے۔

امیر محترم نے اس اشکال کو جن الفاظ میں رفع کیا' انہیں نقل کرنے سے پہلے میں اس ملاقات کے کچھ دلچسپ واقعات کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ گھر سے روانگی سے قبل میرے ذہن میں خیال آ رہا تھا کہ اس اشکال کے ازالے کے لئے ہماری گفتگو عصر سے مغرب تک ضرور چلے گی۔ ملک صاحب اپنے اشکال کو سچ ثابت کرنے کے لئے مختلف دلائل کا سہارا لیں گے اور اس مسئلے پر بڑی لے دے ہوگی۔ لیکن امیر محترم سے ملاقات کے بعد جب ہم روانہ ہوئے تو راستے میں میں نے ہنستے ہوئے ملک صاحب سے کہا کہ امیر محترم نے تو ہمارے ساتھ وہ کیا کہ "آ کے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے!" اس پر ملک صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ امیر محترم کے پاس جاتے ہوئے راستے میں اللہ سے طلبِ ہدایت کی دعائیں کرتے رہے تھے۔ یہ سن کر مجھے اللہ کا یہ قانون ہدایت یاد آیا کہ وہ ہدایت طلب کرنے والوں کو ضرور ہدایت دیتا ہے۔ ساتھ ہی میں ملک صاحب کی عظمت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا کہ واقعتہً وہ طلبِ ہدایت کے لئے آئے تھے' ورنہ وہ کج بحثی میں پڑ کر بات کو خواہ مخواہ الجھا کر طول دے سکتے تھے' جس کا نتیجہ عموماً منفی ہوتا ہے۔ اس ملاقات کا ایک اور دلچسپ پہلو یہ ہے کہ ہمیں گھر سے روانگی سے لے کر گھر آمد تک قریباً دو گھنٹے وقت لگا' لیکن اس میں ملاقات کا دورانیہ' جس میں سارے اشکالات دور ہو گئے

اور ملک صاحب بہت مطمئن ہو کر لوٹے' بمشکل پانچ یا چھ منٹ ہوگا۔ ملاقات کے بعد اجازت دینے سے پہلے امیر محترم نے ملک صاحب کو ایک نہایت حسین و جمیل تحفہ دیا۔ یہ تحفہ چونکہ صرف ملک صاحب کی ذات کے لئے تھا' لہٰذا میں اس کا اظہار مناسب نہ سمجھتے ہوئے اس کا یہاں ذکر نہیں کر رہا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس تحفہ کی قدر و قیمت سے کماحقہ آگاہ فرمائیں۔

اب آیئے اس اشکال کے جواب کی طرف جو امیر محترم نے دیا۔ سب سے پہلے بات چونکہ "جلوۂ ربانی" کی ہوئی تھی' لہٰذا اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ جلوہ سے مراد مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق کردہ ہر شے کو اپنی "آیت" یعنی نشانی قرار دیتا ہے' جس سے اس کی صفتِ تخلیق کا اظہار ہوتا ہے۔ کائنات میں اللہ کی صفات کا مختلف ذرائع سے ظہور ہو رہا ہے۔ روح بھی اس کی مخلوق میں شامل ہے' اس لئے یہ بھی اس کی صفتِ تخلیق کا ایک مظہر ہے۔ لہٰذا مخلوق کو کسی طرح بھی اس کی ذات کا جزو قرار نہیں دیا جا سکتا۔

دوسرے اشکال کے جواب میں امیر محترم نے فرمایا کہ انسان دو چیزوں کا مرکّب ہے۔ ایک اس کا مادی جسم ہے اور دوسرا روحانی جسم' جسے روح کہتے ہیں۔ مادی جسم زمین سے تخلیق ہونے کی وجہ سے زمین کی جانب رجوع کرتا ہے اور روح چونکہ عالمِ بالا کی شے ہے' لہٰذا اس کا رخ عالم بالا کی طرف ہی ہوتا ہے۔ اور عالم بالا میں خدائے بزرگ و برتر کی ہستی عرش پر متمکن ہے' لہٰذا اس (روح) کا رجوع ذات باری تعالیٰ کی جانب ہوتا ہے۔

آخر میں عرض کرتا چلوں کہ اس بات کو تحریر میں لانے کی ضرورت کا احساس مجھے اس وقت ہوا جب محترم ملک صاحب نے یہ بات کہی کہ ہمارے ساتھ اللہ کا بڑا کرم ہوا کہ مجھے جس بات سے اشکال ہوا' اس کا کہنے والا ہم میں موجود ہے۔ ورنہ اس کے جانشین نہ جانے اس کی کیا کیا تعبیریں کرتے جس سے بات سلجھنے کے بجائے الجھ بھی سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے چاہا کہ میں اس بات کو ریکارڈ پر لے آؤں اور اسے حوالۂ 'میثاق' کر دوں' تاکہ قارئینِ میثاق اور رفقائے تنظیم بھی اس سے فائدہ اٹھائیں اور آئندہ کے لئے بھی یہ بات بطور سند کام آسکے۔ ❖❖❖

رفتارِ کار

تنظیم اسلامی ملتان کی سالانہ رپورٹ

مرتب: ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی
امیر تنظیم اسلامی ملتان

تاسیس، تمہید و ماضی کے اہم واقعات

تنظیم اسلامی ملتان کی باقاعدہ تاسیس مارچ ۱۹۸۳ء میں ہوئی۔ بنیادی طور پر تنظیم اسلامی ملتان کے قیام میں رفیق محترم کرنل غلام حیدر ترین صاحب کے جذبہ ایثار و عمل کو بڑا دخل حاصل ہے۔ چنانچہ تنظیم اسلامی ملتان کے پہلے امیر بھی محترم کرنل ترین صاحب تھے۔ انہوں نے اپنے ذاتی اثر و رسوخ کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے حلقہ تعارف کو محض دین پسندی کے دل فریب خول سے نکل کر دین پر مخلصانہ کاربندی کو واحد ذریعہ نجات بتانے اور سمجھانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ یہ انہی کی سعی و جہد کا نتیجہ تھا کہ ملتان میں تنظیم اسلامی کا تعارف ایک وسیع حلقہ میں ہوا۔

۱۹۸۷ء میں جب تنظیم اسلامی پاکستان کی حلقہ بندی کی گئی تو ہماری تنظیم حلقہ جنوبی پنجاب کے دائرہ کار میں آئی۔ خوش قسمتی سے اس حلقہ کا مرکز بھی ملتان ہی قرار پایا۔ رفیق محترم مختار حسین فاروقی صاحب جیسی ہمہ صلاحیت شخصیت کو حلقہ کی امارت سونپی گئی اور رفیق محترم ڈاکٹر منظور حسین حلقہ ہذا کے ناظم مقرر ہوئے۔ دونوں ساتھیوں نے اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے حلقہ ملتان میں موجود رفقاء کو زندہ و متحرک کر دیا۔ جناب فاروقی صاحب کو رب کریم نے درس و تقریر اور تنظیم و تربیت کی صلاحیت کے ذیل میں بڑی ہی فیاضی سے نوازا ہے۔ موصوف نے اپنی ان خداداد صلاحیتوں کی بنا پر ملتان کے پڑھے لکھے لوگوں کو خاصا متاثر کیا۔ چند ذاتی مجبوریوں کی بنا پر جناب فاروقی صاحب کو جھنگ منتقل ہونا پڑا چنانچہ ان کے جانے کے بعد کچھ دیر تک حلقہ کا نظام مرکز لاہور کی براہ راست نگرانی میں چلتا رہا۔ بعد ازاں امارت کا بوجھ مجھ ناتواں کے کندھوں پر آن پڑا۔ اللہ رب العزت مجھے اس کے تقاضوں پر پورا اترنے کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

دوران سال تنظیمی کیفیت

مرکز تنظیم اسلامی ملتان میں انجمن خدام القرآن کے قیام کے بعد مرکز لاہور کی ہدایت پر تنظیم کے دفتر کو ایک بارونق بازار میں منتقل کیا گیا جو روزانہ نماز عصر تا عشاء کھلتا رہا مگر وسائل کے فقدان کے باعث چند ماہ کی صحرا نوردی کے بعد ہمیں بالآخر سابقہ دفتر ۲۵؍ آفیسرز کالونی ہی میں ڈیرا لگانا پڑا۔ الحمدللہ کہ ہم نے دروسِ قرآن اور کارنر میٹنگز کے ذریعہ دعوت دین اور تنظیم کے تعارف کا اہتمام کئے رکھا۔ تنظیم اسلامی ملتان میں امیر، معتمد عمومی اور ناظم بیت المال کے تین عہدیدار ہیں۔ الحمدللہ کہ نئے نظام العمل کے مطابق تنظیم اسلامی ملتان اپنے وجود کو برقرار رکھے دعوتی کام میں مصروف ہے۔

تعداد رفقاء

مبتدی: ۱۳ فعال: ۱۸
ملتزم: ۱۰ غیر متعلق: ۱۰

اُسرہ جاتی نظام

تجرباتی طور پر ہم نے اسرہ جاتی نظام تشکیل دیا تھا۔ مگر رفقاء کی تعداد کی کمی کے باعث یہ تجربہ کامیاب نہ پاکر اسے ختم کر دیا گیا۔ اب ہمارے ہفتہ وار تنظیمی اجتماعات حسبِ سابق دفتر تنظیم اسلامی ہی میں منعقد ہو رہے ہیں۔

درجہ بندی اور رفقاء کی کارکردگی

انقلابی تنظیموں میں درجہ بندی کا نظام اور تربیت لازمی و لابدی ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم بھی مقامی تنظیم کے رفقاء کی تربیت اور درجہ بندی کو مفید پا رہے ہیں، اس طرح ان کی کارکردگی بھی اطمینان بخش رہی۔

دعوتی پیش رفت

تنظیم اسلامی کی توسیعِ دعوت کی غرض سے ملتان سٹی میں تنظیم کے زیرِ اہتمام تین جامع مساجد میں ہفتہ وار دروس قرآن کا اہتمام رہا اور اوسطاً ہر ماہ ایک کارنر میٹنگ بھی شہر کے مختلف مقامات پر کامیابی سے منعقد ہوئی۔ مختلف مواقع پر تنظیم کا تعارفی لٹریچر بھی تقسیم کیا جاتا رہا۔ جب بھی موقع ملا ہم نے مخصوص اجتماعات بلا کر بھی افہام و تفہیم کے ذریعے تنظیم کے پیش نظر مقاصد کو عام کیا۔

تعلیم و تربیت کے انتظامات

ہمارے ہاں تعلیم و تربیت کی غرض سے ہفتہ وار اجتماعات ہوتے ہیں۔ جمعتہ المبارک کی شام عمومی درس قرآن ہوتا ہے جس میں حاضری بیس پچیس افراد کی ہوتی ہے۔ ہر منگل کی شام کو امیر محترم کے خطابِ جمعہ کا کیسٹ سنا جاتا ہے اور رفیق محترم سعید بھٹہ صاحب "ندا" میں شائع شدہ سیاسی تبصروں اور تجزیوں کے خلاصے پیش کرتے ہیں جو کہ رفقاء کی سیاسی تربیت کا باعث بنتے ہیں۔ دوران سال دو دفعہ امیر محترم ملتان تشریف لائے۔ ایک مرتبہ ناظم اعلیٰ اور چار مرتبہ ناظم بیت المال ملتان تشریف لائے اور نہایت دلنشین انداز میں عمومی و خصوصی اجتماعات سے خطاب فرمایا۔

مرکزی تربیت گاہوں سے استفادہ

الحمدللہ کہ اس وقت تک ہماری تنظیم کے ۲۰ ملتزم رفقاء مرکزی تربیت گاہوں سے استفادہ کر چکے ہیں۔ تین زیر تربیت ملتزم ہیں اور دس مبتدی رفقاء ہیں۔ گزشتہ سال نصابی کورس کا جب تحریری امتحان لیا گیا تو فرسٹ اور سیکنڈ پوزیشنیں لینے کی سعادت بھی ہماری تنظیم ہی کے حصہ میں آئی تھی۔

بعد از شمولیت بحیثیت مجموعی ترقی یا تنزل

یقیناً تنظیم اسلامی ملتان کے ہر ہر رفیق نے تنظیم میں شمولیت کے بعد ایمان میں ترقی اور تعمیرِ سیرت و تہذیبِ اخلاق و معاملات کی جانب پیش قدمی کی۔ ملتزم رفقاء کی نماز باجماعت اور تمسک بالقرآن میں بھی اضافہ ہوا مگر ہم ترقی کی اس رفتار پر مطمئن نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں شدید محنت کی ضرورت ہے۔ معاشرتی و مالی معاملات کی اصلاح کے ذیل میں بھی ان کی حس تیز تر رہی۔

ذمہ دارانِ تنظیم کی کارکردگی پر اطمینان

کسی باصلاحیت رفیق کی ہمہ وقتی خدمات اگر میسر آ جائیں تو ان شاء اللہ توسیع دعوت کا کام احسن طریق پر انجام دیا جا سکتا ہے۔ جز وقتی ساتھی کو چونکہ ذہنی و جسمانی یکسوئی میسر نہیں آ سکتی، لہٰذا صحیح منصوبہ بندی اور اس پر عملدر آمد نہیں ہو پاتا۔ اگر تمام ذمہ دار ساتھی مزید وقت نکالیں تو توقع کی جا سکتی ہے کہ رفتار کار میں اضافہ ممکن ہو گا۔

دورانِ سال ہم نے ہر ماہ پچاس میثاق، ۱۰ حکمت قرآن اور ۳۵ ندا کی کھپت کا اہتمام کیا۔ آڈیو، وڈیو کیسٹس اور کتب کی لائبریری کے ذریعہ بھی تنظیم کی دعوت کو آگے بڑھایا۔ مکتبہ تنظیم اسلامی ملتان سے لگ بھگ ۲ ہزار روپیہ کی کتب بھی سیل ہوئیں۔ نئے نظام العمل کے مطابق ماہانہ مالی اعانت کی ترسیل میں بھی باقاعدگی رہی اور بحمد اللہ اس اعتبار سے بھی ہمارا معاملہ UP TO DATE ہے۔

دوران سال ہماری تنظیم کے ۴ ساتھیوں نے ایک سالہ عربی کلاس سے استفادہ کیا۔ دو طلبہ نے امیر محترم کی خواہش کے احترام میں قرآن کالج میں فرسٹ ایر میں داخلہ بھی لیا جو کہ پورے استقلال سے تعلیم جاری رکھے ہوئے ہیں۔

رب کریم سے دعا ہے کہ وہ ہماری کوتاہیوں سے صرف نظر فرماتے ہوئے ہماری حقیر مساعی کو شرف قبول بخشے اور تلافیٔ مافات کی توفیق دے۔ آمین! شکریہ۔

سالانہ رپورٹ تنظیم اسلامی حلقہ خواتین

تنظیم اسلامی میں خواتین کا مختصر سا حلقہ تو اگرچہ ۸۳ء ہی میں قائم ہو چکا تھا لیکن اس کی کارکردگی کا تذکرہ پہلی بار گزشتہ سالانہ اجتماع کے موقع پر ہوا جو کہ مختصر سی رپورٹ پر مشتمل تھا۔

شہادت علی الناس اور اقامتِ دین کی اصلاً ذمہ داری اگرچہ مردوں پر ہی عائد ہوتی ہے، تاہم اگر مردوں کو گھر کی خواتین کی طرف سے تعاون نہ ملے اور وہ اپنی اولاد کی دینی تعلیم و تربیت کے بارے میں مطمئن نہ ہوں تو یقیناً وہ اپنے اس فرض کو بحسن و خوبی ادا نہیں کر سکیں گے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ خود خواتین کی دینی تعلیم و تربیت کا کوئی اہتمام کیا جائے۔ خاص طور سے ایسی خواتین میں دین کا فہم و شعور عام کیا جائے جن کے گھروں کے مرد حضرات تنظیم میں شامل ہیں تاکہ ایک طرف تو وہ آئندہ نسل کی صحیح تربیت کر سکیں اور دوسری طرف مردوں کی ممدّ و معاون ثابت ہوں۔

ہمارے دین کا مزاج یہ ہے کہ وہ مرد و عورت کے علیحدہ علیحدہ دائرہ ہائے کار متعین کرتا ہے۔ مردوں کا دائرہ کار گھر سے باہر اور عورت کا دائرہ کار ان کا گھر ہے، جہاں انہیں ایک طرف تو آئندہ نسل کی تربیت کرنا ہے اور دوسری طرف اپنے محدود دائرے میں رہتے ہوئے اپنے دینی

فرائض اور احکامات جو ان پر عائد ہوتے ہیں' ان پر عمل پیرا ہونے اور ان کو پھیلانے کی کوشش کرنا ہے کیونکہ آخرت کی مسئولیت کے اعتبار سے دونوں اپنی اپنی جگہ مسئول ہیں اور اجر و ثواب کے لحاظ سے دونوں اپنے اپنے اعمال کے مطابق بدلہ پائیں گے۔ ازروئے الفاظ قرآنی: **انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی......** اسی احساس کے تحت محدود دائرے میں رہتے ہوئے خواتین کی تنظیم کا قیام عمل میں آیا اور "بیعت النساء" کے ضمن میں قرآنی الفاظ کے حوالے سے ان سے بیعت لی گئی۔

اسلام میں عورت کا دائرۂ کار محدود ہونے کی وجہ سے ان کی کارکردگی میں بھی نمایاں کمی ہے اور گھریلو ذمہ داریوں کو نبھانے کی وجہ سے بھی خواتین کی تنظیم میں دینی دعوت کو پھیلانے کا کام زیادہ وسعت نہیں پا سکا۔ لیکن گزشتہ چند ماہ سے چونکہ مرد حضرات نے بھی ہمارے ساتھ کچھ نہ کچھ تعاون کرنا شروع کیا ہے اور خواتین کی تنظیم کے کاموں کو بڑھانے کے لئے خود بھی کوشش کر رہے ہیں چنانچہ نتیجتاً ان چند ماہ میں ہمارے کام میں کافی وسعت آئی ہے اور اللہ کے فضل سے ہمارے دروس و اجتماعات میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ اس کا اندازہ آپ کو اس چیز سے ہو جائے گا کہ بیرونِ شہر کے تمام اجتماعات جن کی تعداد تقریباً دس ہے' وہ تمام مرد حضرات کے زیرِ اہتمام ہو رہے ہیں جن میں بعض جگہ مرد حضرات ہی درس دیتے ہیں اور بعض جگہ آڈیو ویڈیو کیسٹس سنوائے جاتے ہیں' جن کی تفصیل آگے آئے گی۔

خواتین کی تنظیم کے قیام کے وقت یعنی ۸۳ء میں ۱۹ خواتین نے امیر تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد دامت برکاتہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور اس وقت تنظیم میں شامل خواتین کی کل تعداد ۱۳۵ سے زائد ہے۔ تنظیم اسلامی خواتین کی ناظمہ محترم امیر تنظیم اسلامی کی زوجہ محترمہ ہیں۔ مردوں کے حلقے کی طرح خواتین کا بھی سب سے موثر تنظیمی حلقہ لاہور ہی میں ہے۔ لاہور کی تنظیمی سرگرمیاں ناظمہ صاحبہ کے زیرِ اہتمام ہی ہوتی ہیں۔ لاہور میں تنظیمی خواتین کی تعداد ۸۵ ہے۔

لاہور میں مختلف مقامات پر اجتماعات اور دروسِ قرآن و حدیث کی تعداد تقریباً ۱۲ ہے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ ۸۳ء میں ہی قرآن اکیڈمی میں خواتین کے ماہانہ اجتماع کا آغاز ہوگیا تھا جو کہ بفضلہ تعالیٰ بدستور جاری ہے اور یہاں خواتین کی تعداد ۱۰۰ کے لگ بھگ ہوتی ہے۔

۲۔ ہر ماہ کی دوسری اتوار کو مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو میں خواتین کا اجتماع ہوتا ہے جس میں حاضری ۳۵ اور ۴۰ کے درمیان رہتی ہے۔ یہاں پر قرآن حکیم کا مطالعہ ترجمے کے

ساتھ شروع ہے۔

۳۔ مہینے کی تیسری اتوار فیصل ٹاؤن میں درسِ قرآن ہوتا ہے اور دوسرے موضوعات پر بھی تقریر ہوتی ہے۔ یہاں پر حاضری ۳۰ کے قریب ہوتی ہے۔

۴۔ مہینے کی پہلی پیر راوی روڈ پر محمد احمد صاحب کے گھر اجتماع ہوتا ہے جو کہ ۸۶ء سے منعقد ہو رہا ہے۔ وہاں حاضری ۳۰ سے زیادہ نہیں ہے۔

۵۔ ہر ماہ تیسری پیر کو قرآن اکیڈمی میں ایک تربیتی پروگرام ہوتا ہے جو کہ ۸۷ء سے ہو رہا ہے۔ یہ پروگرام ہر لحاظ سے خواتین کے لئے مفید ثابت ہو رہا ہے۔ یہاں منتخب نصاب زبانی یاد کروایا جا رہا ہے۔ چالیس حدیثیں بھی مع ترجمہ اور حوالہ کے یاد کروائی گئی ہیں۔ محترم امیر تنظیم کی کتب کا مطالعہ شروع کیا گیا ہے۔ مزید بر آں جن خواتین نے پچھلے سال قرآن پاک ترجمے کے ساتھ پڑھا تھا' ان سے ترجمۂ قرآن سنا جاتا ہے۔ اس طرح خواتین کی درس قرآن کی مشق ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ جس نے کسی بھی موضوع پر بولنا ہو' اس کے لئے یہاں گفتگو کا موقع ہوتا ہے۔

۶۔ ہر ماہ چوتھی پیر چوبرجی کوارٹرز میں فیاض حکیم صاحب کے گھر درس ہوتا ہے۔ یہ درس ۸۸ء میں شروع ہوا تھا۔ یہاں بھی منتخب نصاب کا درس مکمل ہو چکا ہے۔ عام طور پر ۳۵۔۴۰ خواتین شرکت کرتی ہیں۔

۷۔ پہلی جمعرات طارق بلاک میں میجر طارق صاحب کے ہاں درس ہوتا ہے۔ اس کا چونکہ حال ہی میں آغاز ہوا ہے' اس لئے خواتین ابھی کم تعداد میں شرکت کرتی ہیں۔

۸۔ دوسری جمعرات کو چوہان روڈ پر درس ہوتا ہے۔ یہاں خواتین کی تعداد ۴۵ اور ۵۰ کے درمیان ہوتی ہے۔

۹۔ تیسری اور چوتھی جمعرات کو گڑھی شاہو میں علی المراد ہائی سکول میں درس کا آغاز کیا گیا ہے۔ سکول کی ہیڈ مسٹریس صاحبہ کی خواہش تھی کہ سکول کی ٹیچرز کو چھٹی کے بعد درس قرآن و حدیث دیا جائے' لہٰذا اللہ کے فضل سے یہ پروگرام شروع ہو گیا ہے۔ سکول کی تمام ٹیچرز نہایت شوق و ذوق سے یہ درس سنتی ہیں۔

اس کے علاوہ قرآن اکیڈمی میں خواتین کے ماہانہ اجتماع کے موقع پر گزشتہ چند مہینوں سے کتابوں کا سٹال لگانا شروع کیا گیا ہے جہاں پر امیر محترم کے مختلف موضوعات پر دروس و تقاریر کے کیسٹس وغیرہ بھی رکھے جاتے ہیں۔ تنظیم میں شامل خواتین کے علاوہ دوسری خواتین بھی ان کو شوق سے خریدتی ہیں۔ ان خواتین میں سے کئی ایک کو دین کے بارے میں باقاعدہ شوق و

دلچسپی اور لگن بھی پیدا ہونا شروع ہوئی ہے۔ بعض خواتین سے خط و کتابت کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا ہے جو کہ ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔

یہ تھا ان چند مختصر سی کوششوں کا تذکرہ جو خواتین اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق و تائید سے اپنی ہمت اور استطاعت کے مطابق کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی راہ میں محنت و کوشش کی مزید توفیق عطا فرمائیں! اب ان اجتماعات کا ذکر کیا جاتا ہے، جن کا تعلق بیرونِ لاہور سے ہے اور جو مردوں کے زیر اہتمام منعقد ہوتے ہیں۔

☆ ... کراچی : ناظم آباد میں ہفتہ وار بنیادوں پر ہو رہا ہے۔ دروس اور کیسٹس سننے کا پروگرام ہوتا ہے۔

☆ ... سرگودھا : رفقائے تنظیم کی ماہانہ میٹنگ کے ساتھ منعقد ہوتا ہے۔ کیسٹس سننے کے علاوہ باہمی تعارف کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

سرگودھا میں خواتین کی تنظیم کا حلقہ کافی فعال ہے اور گورنمنٹ کالج برائے خواتین کی لائبریری کی انچارج جو تنظیم میں شامل ہیں، ان کی زیر تربیت کچھ طالبات قرآن پاک کا ترجمہ پڑھ چکی ہیں اور اب ترجمے کی اگلی کلاس ڈاکٹر صاحب کے دورۂ ترجمۂ قرآن کے کیسٹس کے ذریعے شروع ہو چکی ہے۔ مزید بر آں محترم ڈاکٹر صاحب کے لٹریچر اور منتخب نصاب کا مطالعہ بھی کروایا جاتا ہے۔

☆ ... راولپنڈی، اسلام آباد : ماہانہ اجتماع ہوتا ہے جس میں کیسٹس سننے کے علاوہ باہمی میل جول پیدا کیا جاتا ہے۔

☆ ... پشاور : ماہانہ اجتماع صدر گلبرگ میں جمشید عبداللہ صاحب کے گھر میں ہوتا ہے۔ درسِ قرآن ایک خاتون ہی دیتی ہیں۔

☆ ... فیصل آباد : ماہانہ بنیادوں پر مختلف رفقاء کے گھروں میں ہوتا ہے۔ تنظیم کے کسی رفیق کا درس ہوتا ہے۔

☆ ... گجرات : ماہانہ اجتماع مختلف رفقائے تنظیم کے گھروں میں جاری ہے۔ درس بذریعہ کیسٹس یا مطالعۂ کتب کا معمول ہے۔

☆ ... کوئٹہ : ماہانہ اجتماع ہوتا ہے جس میں باہمی گفت و شنید اور تبادلۂ خیال کے ذریعے دینی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

☆ ... ملتان : ہفتہ وار اجتماع ڈاکٹر طاہر خاکوانی کے گھر ہوتا ہے۔ تعارف اور باہمی گفت و شنید کا پروگرام رہتا ہے۔

دروس میں حاضری تو کسی حد تک اطمینان بخش ہے لیکن تنظیم میں نئی شامل ہونے والی خواتین کی تعداد میں قابل ذکر اضافہ نہ ہو سکا۔ تنظیمی مرد اسی طرح دینی کاموں میں خواتین کے ساتھ تعاون کرتے رہے تو ان شاء اللہ خواتین بھی ان کے ساتھ ضرور تعاون کریں گی۔

تنظیم اسلامی کراچی کی عید ملن پارٹی

علامہ اقبال نے فرمایا تھا ۔

عیدِ آزاداں شکوہِ ملک و دیں عیدِ محکوماں ہجوم مومنیں

ہم اب تک یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں کہ ہماری عید آیا "عیدِ آزاداں" کے زمرے میں آتی ہے یا "عید محکوماں" کے۔ بظاہر تو ہم نے انگریزوں کے تسلط سے آزادی حاصل کر لی ہے لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہماری عید "عید آزاداں" ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آزادی کے ۴۵ برسوں کے بعد بھی ہمارے ملک کو وہ منزل میسر نہ آ سکی جو اسلامی شریعت کی منزل ہے۔ ہم پر اب تک انگریزوں کے بنائے ہوئے وہ قوانین جو انہوں نے ایک محکوم قوم کے لئے بنائے تھے' مسلّط ہیں۔ تنظیم اسلامی وطن عزیز کی ان چند جماعتوں میں سے ایک ہے جو اپنے اپنے طریقے سے اس ملک کو اسلامی انقلاب کی منزل سے ہمکنار کرنے کے لئے کوشاں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس مرتبہ ہمارے امیر ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کو دوسری بار کراچی میں دورۂ ترجمہ قرآن کے انعقاد کا موقع میسر آیا۔ قرآن اکیڈمی کراچی میں دورہ ترجمہ قرآن مکمل کرنے کے بعد میرِ کارواں تو تنظیم کے مرکز لاہور روانہ ہوگئے۔ امیر کراچی نے رفقاء کی رمضان المبارک کے دوران شبانہ روز اور تھکا دینے والی مساعی کو مدنظر رکھتے ہوئے عید کے پرمسرت موقع پر ایک عید ملن پارٹی کا اہتمام کر ڈالا۔ اگرچہ عید ملن پارٹی سے ذہن میں ایک ایسی تقریب کا تصور ابھرتا ہے جسے شرکاء کی تفریح طبع کے لئے منعقد کیا گیا ہو' لیکن تنظیم کے ہر ہر پروگرام میں رفقاء کی تربیت کا پہلو بھی مدنظر رکھا جاتا ہے' لہٰذا عید ملن پارٹی بھی دراصل تفریحی سے زیادہ ایک تربیتی پروگرام تھا۔ یہ پروگرام ۱۹ر اپریل کو منعقد ہوا۔ رفقاء کو قرآن اکیڈمی کراچی کے محلِ وقوع کی بنا پر یہاں پہنچنے میں ضرور دشواری پیش آئی ہوگی تاہم وہ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ نماز ظہر سے قبل جمع ہوئے۔ رفقاء کی کل حاضری معہ اہل خانہ تقریباً ۲۰۰ سے متجاوز تھی۔

سب سے پہلے جناب اسد الرحمٰن صاحب کی امامت میں رفقاء نے نماز جمعہ ادا کی۔ گو کہ اس سے پہلے اسد الرحمٰن صاحب جمعۃ الوداع کی امامت کر چکے تھے لیکن یہ پہلا موقع تھا کہ انہوں نے یہاں جمعہ کا خطبہ بھی دیا۔ سورۂ رحمٰن کی ابتدائی چار آیات کے حوالے سے انہوں نے عظمتِ قرآن کریم کے موضوع پر ایک بھرپور خطاب کیا۔ مسجد میں نمازیوں کی حاضری تقریباً ساڑھے چار سو تھی۔ نماز جمعہ کے بعد خواتین کو کھانا بھجوا دیا گیا جن کے لئے باپردہ اہتمام کیا گیا تھا۔ اس دوران رفقائے تنظیم کے لئے ایک کوئز پروگرام طے کیا گیا تھا۔ پروگرام کے آغاز میں رفقاء کو چند چھوٹی چھوٹی اشیاء کا مشاہدہ کرایا گیا جو رفقاء نے باری باری دیکھیں۔ اس کے بعد انہیں ایک مرتب شدہ سوالنامہ دیا گیا۔ رفقاء کو پہلے سے اطلاع دے دی گئی تھی کہ وہ "قرآن مجید کے حقوق" اور میثاق کے فروری ۱۹۹۱ء کے شمارہ کو پڑھ کر آئیں۔ یہ تو معلوم نہیں کتنے رفقاء نے مذکورہ کتب کا مطالعہ کیا تھا لیکن جب راقم الحروف کو پتہ چلا کہ رفقاء میں سے نصف سے زائد لوگوں کے پاس قلم موجود نہیں تو اسے یقیناً حیرت ہوئی۔ اس سے رفقاء کی غیر ذمہ داری کا احساس اجاگر ہوا۔ یہ ایک لازمی پروگرام قرار دیا گیا تھا لہٰذا رفقاء کی اکثریت کا اس پروگرام کو غیر سنجیدگی سے لینا تنظیمی روح کے یقیناً خلاف ہے۔ ہمیں اس کوتاہی پر اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کرنی چاہئے۔ بہرحال سوالنامہ چار حصوں پر مشتمل تھا۔ پہلا حصہ "قرآن مجید کے حقوق" کے حوالے سے' دوسرا حصہ جنرل نالج (قرآن کے بارے میں) تیسرا حصہ "میثاق" کے حوالے سے' اور چوتھا حصہ ان اشیاء کے بارے میں سوالات پر مبنی تھا جو رفقاء کو پروگرام کے آغاز میں دکھائی گئی تھیں اور یہ دراصل ان کی قوت مشاہدہ کا ٹیسٹ تھا۔ آخر میں پروگرام کے ہر حصہ میں سب سے زیادہ نمبر پانے والوں کو مختلف انعامات اور ایک خصوصی انعام مجموعی طور پر سب سے زیادہ نمبر پانے والے کو دیا گیا۔

کوئز پروگرام کے بعد رفقاء نے کھانا کھایا' کھانے کے لئے رفقاء سے ۱۲/ اپریل ۱۹۹۱ء تک فی کس پندرہ روپے زر تعاون جمع کرنے کا کہا گیا تھا لیکن راقم الحروف سمیت بیشتر رفقاء نے زر تعاون پروگرام والے دن ادا کیا جس کی بنا پر کھانے کا انتظام کرنے والوں کو یقیناً دشواری کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوتاہی کو بھی معاف فرمائے۔ بحیثیت مجموعی' یہ ایک مفید اور دلچسپ پروگرام تھا جس کی افادیت کو تمام رفقاء نے محسوس کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مزید پیش قدمی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مرتب: محمد سمیع

افہام و تفہیم

۱۲؍ اپریل کو تنظیم اسلامی لاہور شہر کے ایک اجتماع میں

رفقاء کے سوالات‘ امیر تنظیم کے جوابات

○ ـ سوال : آپ اپنی تقاریر میں کئی بار یہ ارشاد فرما چکے ہیں کہ اسلامی انقلاب انتخابات کے ذریعے نہیں آ سکتا بلکہ بیعت سمع و طاعت فی المعروف پر مبنی کوئی جماعتی نظام ہو گا تو مؤثر ہو سکے گا۔ لیکن ہمارے وزیر اعظم تو انتخابات کے ذریعے برسر اقتدار آئے ہیں اور نفاذ شریعت کے لئے اقدامات بھی کر رہے ہیں۔ اس قسم کی کوشش سے جو بھی پیش رفت ہو گی‘ وہ تنظیم اسلامی کے پروگراموں کا کس حد تک بدل ہو سکتی ہے۔
(محمد اسلم قاضی)

☆ ـ جواب : پہلی بات تو قاضی صاحب یہ ہے کہ ابھی تک تو معاملہ محض خوشنما عزائم اور نیک ارادوں کے اظہار تک محدود ہے‘ کوئی عملی پیش رفت ابھی تک سامنے نہیں آئی۔ اور اس اعتبار سے ہماری تائید بھی فی الوقت محض اچھے ارادوں کے اظہار ہی کی حد تک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ابھی تو کوئی ٹھوس عملی پیش رفت سامنے آئی ہی نہیں۔ گزشتہ انتخابات کے غیر معمولی نتائج اور آئی جے آئی کی فیصلہ کن کامیابی کے موقع پر جماعت اسلامی کے ایک رکن نے‘ جن کا خلوص و اخلاص بالائے شک ہے‘ جامع القرآن میں کھڑے ہو کر بڑے جذباتی انداز میں کہا تھا کہ انتخابات کے ذریعے انقلاب آ گیا ہے۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ وہ انقلاب ہے کہاں؟ کون سی وادی میں ہے؟ میں نے اُس وقت بھی کہا تھا اور آج بھی یہ کہہ رہا ہوں کہ اس قسم کی سطحی چیزوں سے اس درجے تأثر قبول کر لینا معقولیت کے خلاف ہے۔ دوسری بات یہ کہ جو طریق کار وزیر اعظم اختیار کر رہے ہیں اور جن نیک عزائم کا انہوں نے اظہار کیا ہے‘ اگر وہ اس میں نیک نیت ہوں تب بھی اس کے ذریعے جو تبدیلی آئے گی‘ وہ تبدیلی محض قانونی نظام کی حد تک

ہوگی۔ جبکہ ہمارے موجود الوقت سرمایہ دارانہ نظام اور جاگیردارانہ نظام کے بارے میں کوئی ایک لفظ بھی کہنے کی جرات نہیں کرتا۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ غلام حیدر وائیں نے ایک موقع پر صرف اتنا کہا تھا کہ زرعی ٹیکس کے بارے میں بھی سوچا جانا چاہئے تو آپ نے دیکھا کہ ۷۰ ممبرانِ اسمبلی کی جانب سے احتجاجی تحریر ان کے پاس پہنچ گئی تھی اور ان کے خلاف عدم اعتماد کی تجویز پر عمل درآمد کے بارے میں سنجیدگی سے غور شروع ہو چکا تھا۔ لہٰذا وزیر اعلیٰ کو فوراً سجدۂ سہو کرنا پڑا۔ یہ ہے حال زمینداری اور جاگیرداری کی قوت کا۔ اسی لئے میں نے اپنے جمعے کے خطاب میں یہ تجویز سامنے رکھی کہ کم از کم لینڈ کمیشن تو بلا تاخیر تشکیل دیا جانا چاہئے کہ انگریزوں کا وضع کردہ نظامِ تقسیمِ اراضی بہرحال اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات پر مبنی تو نہیں ہے کہ جس میں تبدیلی کے بارے میں کوئی بات سوچی ہی نہ جاسکے۔ یہی بات ۸۲ء میں میں نے جنرل ضیاء الحق مرحوم کی مجلس شوریٰ میں کہی تھی۔ مشاہدہ یہ ہے کہ جاگیرداری اور زمینداری نظام کے بارے میں یہ حضرات سوچنے کی ہمت بھی نہیں کر سکتے۔ جبکہ دوسرا اہم معاملہ سود سے متعلق ہے کہ تین سال تک اسے بھی جاری و ساری رکھنے کا فیصلہ حکومتی سطح پر کر لیا گیا ہے اور اس مدت میں مزید توسیع کی گنجائش بھی رکھ دی گئی ہے۔ چنانچہ موجودہ مجوزہ شریعت بل کے ذریعے نظام میں کسی تبدیلی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ اگر کہیں کوئی تبدیلی ہوئی بھی تو بس قانونی نظام کی حد تک ہو سکتی ہے۔ ہم اس تبدیلی کو بھی خوش آمدید کہیں گے اور ہمارا رویّہ یہی ہونا چاہئے کہ قانون اسلامی کے نفاذ کے ضمن میں جو کوشش بھی ہو، ہم اس کا خیر مقدم کریں۔ اس لئے کہ بہرحال اگر ایک قانون بھی اللہ کی شریعت کے مطابق نافذ ہو جائے تو اس کی کچھ نہ کچھ برکات تو معاشرے میں لازماً ظاہر ہوں گی۔ یہ تو ہوگا کہ ہم شریعت کے احکامات سے روگردانی کے جس اجتماعی جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں، اس میں کمی واقع ہو جائے گی۔ مزید یہ کہ آئین میں جس ترمیم کا نواز شریف صاحب نے ذکر کیا ہے، اگر وہ ہو جائے اور عائلی قوانین بھی شریعت کورٹ کے دائرے میں آجائیں تو میں اس کو بھی ایک مثبت پیش رفت سمجھتا ہوں۔ اگرچہ ان کے طریق کار میں جو خامیاں ہیں، ہم ان کو بیان کرتے رہیں گے تاکہ لوگ دھوکے میں نہ آجائیں۔ اس لئے کہ جب تک نظام تبدیل

نہیں ہوگا' عوام کے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ اگر محض ان چند اقدامات پر یہ کہہ دیا جائے کہ اسلام آگیا ہے تو نظام کے اعتبار سے اسلام پر سے عوام کا اعتماد اٹھ جائے گا۔ اس لئے ہمیں یہ بیان کرتے رہنا ہے کہ نظام کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے اور اس کے لئے سوائے انقلاب کے اور کوئی راستہ موجود نہیں ہے۔

○۔ سوال : امیر محترم ! آپ نے سالانہ اجتماع کے موقع پر فرمایا تھا کہ کسی بھی تحریک کی عمر پچاس ساٹھ سال سے زائد نہیں ہوتی۔ تنظیم اسلامی بھی ایک تحریک ہے۔ کیا اس کی عمر بھی اتنی ہی ہوگی؟ وضاحت فرما دیں۔ (عمران احمد۔ ایک روڈ۔ لاہور)

☆۔ جواب : میں نے "تحریک" کے بجائے غالباً "جماعت" کا لفظ استعمال کیا تھا اور جماعت کی زندگی عام طور پر اس سے زائد نہیں ہوتی۔ پھر وہ کمزور ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی جماعت کسی تحریک کو لے کر چلے اور اسے کچھ آگے تک پہنچا دے۔ اس کے بعد پھر کوئی اور جماعت اس کی ذمہ داری سنبھال لے' جس طرح اولمپک مشعل ایک کھلاڑی کچھ فاصلے کے بعد دوسرے کو تھما دیتا ہے یا پرانے زمانے میں ڈاک کا نظام بھی ایسے ہی تھا کہ ہر چوکی پر تازہ دم گھوڑا اور سوار موجود رہتے جو آنے والے ہرکارے سے ڈاک وصول کر کے اسے اگلی چوکی تک پہنچا آتے۔ انہی مثالوں سے سمجھئے کہ اس وقت جو احیائی تحریکیں اسلام کی سربلندی کے لئے کام کر رہی ہیں' وہ اپنی بساط کے مطابق کچھ کام کر کے آنے والوں کے لئے راستہ ہموار کر جاتی ہیں' جیسے مولانا ابوالکلام نے ایک پودا لگا دیا' لیکن بہت جلد بددل ہو گئے' مولانا مودودی نے اس کام کو اور آگے بڑھا کر اسے ایک تنظیم اور جماعت کی شکل دی اور انتہائی نامساعد حالات میں بھی مضبوطی سے اپنے موقف پر جمے رہے۔ علماء کی طرف سے بھی ان کی مخالفت جاری رہی اور سیاسی سطح پر اگرچہ پوری عوام تحریک پاکستان کی حامی تھی لیکن مولانا اپنے انقلابی موقف پر جمے رہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ پاکستان بننے کے بعد انہوں نے بھی اپنے طرز عمل میں کمزوری پیدا کر لی۔ اب ہم اس تحریک کو آگے بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

شاید ہم اس تسلسل میں کوئی پیش رفت کر سکیں۔ چنانچہ میں اس خیال کی تائید کرتا ہوں کہ تنظیموں اور جماعتوں کی زندگی میں پچاس ساٹھ برس کے بعد زوال شروع ہو جاتا ہے اور عام طور پر وہ فرقوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

بقیہ : پریس ریلیز

میں نفاذ شریعت کا یہ پیکیج تیار کیا گیا لیکن اس پر وفاقی شرعی عدالت کا اختیار ساقط نہیں ہونا چاہئے ورنہ ہم پر اللہ تعالیٰ کی وہی وعید وارد ہوگی جو دین کے ایک حصے کو قبول کرنے اور دوسرے کو رد کرنے والوں کے لئے ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے توجہ دلائی کہ وزیر اعظم کی تقریر میں معاشی اصلاحات پر تو بہت زور دیا گیا ہے لیکن بندوبستِ اراضی کو بالکل نہیں چھیڑا گیا حالانکہ ہماری معیشت بنیادی طور پر زرعی ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ ایک لینڈ کمیشن کی بھی فی الفور تشکیل کی جائے جو زراعت اور بندوبست اراضی کے ماہرین کے علاوہ علمائے دین پر مشتمل ہو اور معیشت کے اس ستون کو ٹٹول کر دیکھے، اسے استحصال سے پاک کرے بلکہ یہ بھی فیصلہ کرے کہ ہماری اراضی عشری ہے یا خراجی اور اگر خراجی قرار پائے تو فساد کی جڑ ختم ہو جائے گی اور قومی خزانے میں اس خراج سے ہی وہ برکت ہوگی کہ ٹیکسوں کا موجودہ گلا سڑا نظام ہماری مجبوری نہ رہے گا۔ ○○

جاری کردہ : عبداللہ باسط
برائے ناظم نشر و اشاعت۔ تنظیم اسلامی لاہور

ضرورت رشتہ

سید ذات کی دینی مزاج رکھنے والی دو لڑکیوں (۱) عمر ۳۲ سال، تعلیم ایل ایل بی اور (۲) عمر ۲۱ سال تعلیم بی اے کے لیے شریف دینی گھرانوں سے رشتے درکار ہیں۔ معرفت ب ح

حلقۂ خواتین، ۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

توجّہ فرمائیے

تمام قارئین حضرات بالخصوص تنظیم کے رفقاء اور انجمن کے اراکین کی یاددہانی کے لیے عرض ہے کہ اپنے نام و پتہ کے لیبل پر درج زرِ تعاون ختم ہونے کی تاریخ کے مطابق آئندہ زرِ تعاون کی ادائیگی کا اہتمام جلد فرمایا کریں۔
یا کم از کم مطلع کر دیا کریں کہ پرچہ جاری رکھا جائے!

سرکولیشن مینجر

HOUSE OF QUALITY BEARINGS

KT

KHALID TRADERS

IMPORTER, INDENTOR, STOCKIST, SUPPLIER, OF ALL KINDS OF BALL, ROLLER & TAPER BEARINGS

WE HAVE :
- BEARINGS FOR ALL INDUSTRIES & MARINE ENGINES.
- AUTOMOTIVE BEARINGS FOR CARS & TRUCKS.
- BEARINGS UNIT FOR ALL INDUSTRIAL USES.
- MINIATURE & MICRO BEARINGS FOR ELECTRICAL INSTRUMENTS.

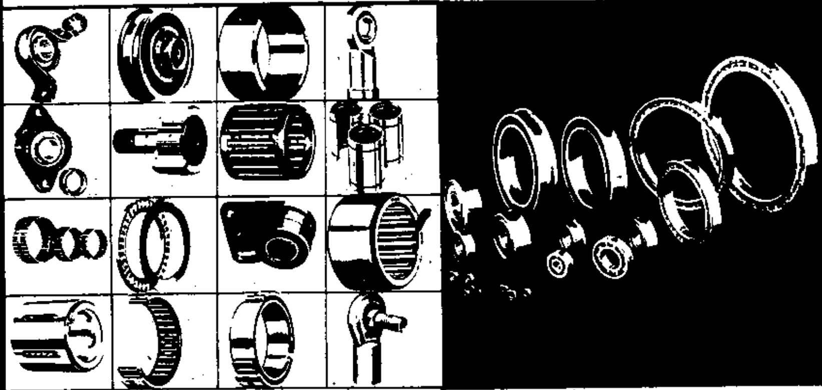

INA PRODUCTS

EZO HIGH PRECISION

MINIATURE BEARINGS
EXTRA THIN TYPE BEARINGS
FLANGED BEARINGS
BORE DIA .1 mm TO 75 mm

DISTRIBUTOR
ROD KBC EZO

STOCKIST
TR NACHI Koyo NSK INA SKF NTN

CONTACT : TEL. 732952 - 735883 - 730595
G.P.O BOX NO.1178.OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI - PAKISTAN
TELEX: 24824 TARIQPK. CABLE: DIMAND BALL.

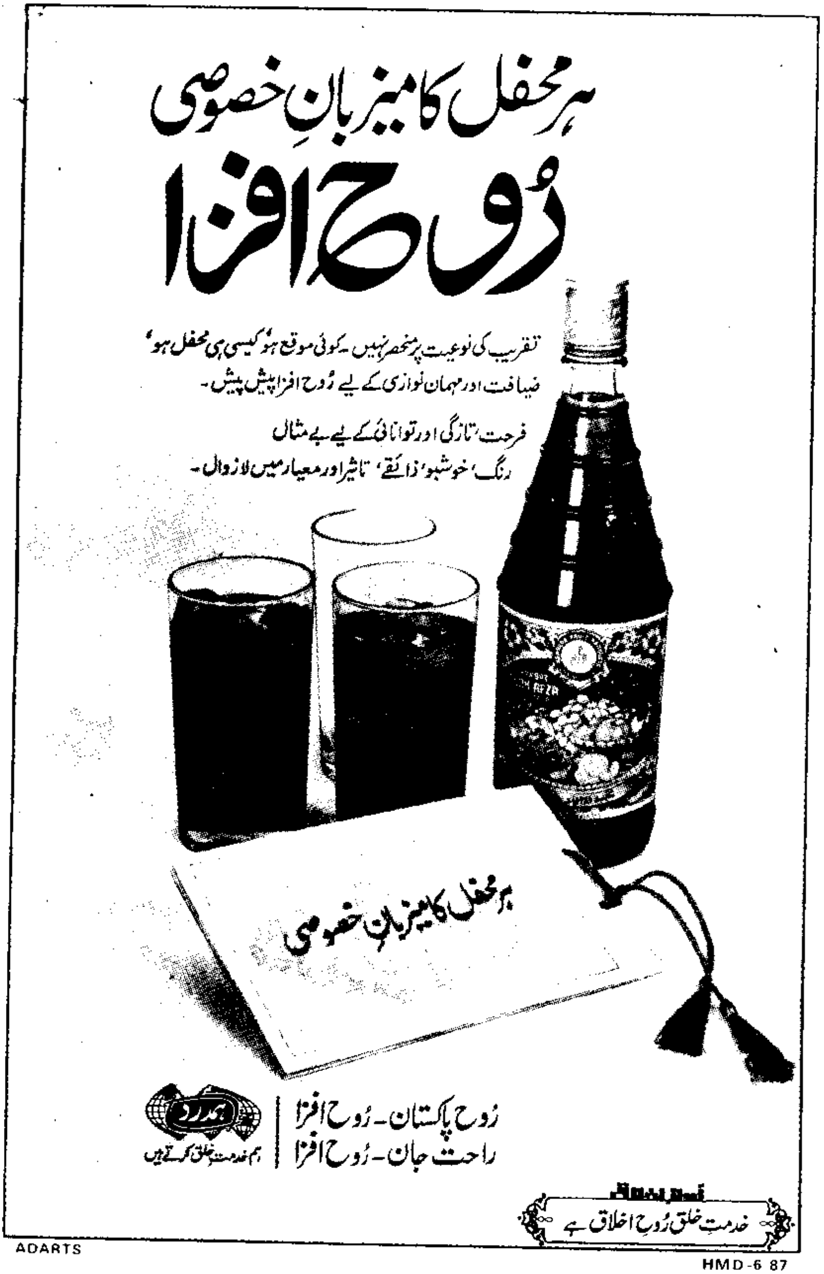
ہر محفل کا میزبانِ خصوصی
رُوح افزا
تقریب کی نوعیت پر منحصر نہیں ۔ کوئی موقع ہو، کیسی ہی محفل ہو،
ضیافت اور مہمان نوازی کے لیے رُوح افزا پیش پیش ۔
فرحت، تازگی اور توانائی کے لیے بے مثال
رنگ، خوشبو، ذائقے، تاثیر اور معیار میں لازوال ۔
ہر محفل کا میزبانِ خصوصی
روح پاکستان ۔ رُوح افزا
راحت جان ۔ رُوح افزا
ہمدرد
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں
خدمتِ خلق رُوحِ اخلاق ہے
ADARTS
HMD-6 87

ہم مغرب سے مقابلہ کرتے ہیں

....اور اُن ہی کی سرزمین پر!

ہم اپنے گارمنٹس، بیڈلنن اور ٹیکسٹائل کی دیگر مصنوعات مغربی ممالک، اسکینڈی نیوین ممالک، شمالی امریکہ، روس اور مشرقِ وسطیٰ کے ملکوں کو برآمد کرتے ہیں اور ہماری برآمدات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن بیرونی منڈیوں میں اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے لئے ہمیں انتھک محنت کرکے اپنی فنی مہارت اور معلومات میں مستقل اضافہ کرتے رہنا پڑتا ہے۔ ایسی محنت جو ہمیں دَم نہیں لینے دیتی۔ ایسی محنت جو ہماری کارکردگی کے معیار کو اور بلند کرتی ہے، ایسی محنت جو کوالٹی، ڈیزائن اور پابندیٔ وقت کے سلسلے میں کرم فرماؤں کے مطالبات اطمینان بخش طریقے پر پورا کرنے کا ہمیں اہل بناتی ہے۔

Made in Pakistan
Registered Trade Mark

Jawad

جہاں شرط مہارت
وہاں جیت ہماری

معیاری گارمنٹس تیار کرنے اور برآمد کرنے والے

ایسوسی ایٹڈ انڈسٹریز (گارمنٹس) پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ

IV/C/3-A ناظم آباد، کراچی - 18 - پاکستان - فون 610220-616018-628209

کیبل "JAWADSONS" ٹیلیکس 24555 JAWAD PK فیکس (92-21) 610522

MONTHLY
Meesaq
36-K, Model Town, Lahore - Pakistan.

Regd No. L 7360
VOL. 40 NO. 5
MAY 1991